جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

القران الحکیم ۶۵:۱۲

النور

صلح ۱۳۹۳ ہش
جنوری ۲۰۱۴ء

مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن، برطانیہ

Top and below on the right: Queens Borough President, Melinda Katz, visiting Baituz Zafar, New York
Bottom and below on the left: Ahmadiyya Muslim Community Bookstall at Miami Book Fair

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ (2:258)

النـــور

جنوری 2014

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

وَاذۡکُرُوۡۤا اِذۡ اَنۡتُمۡ قَلِیۡلٌ مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ تَخَافُوۡنَ اَنۡ یَّتَخَطَّفَکُمُ النَّاسُ فَاٰوٰکُمۡ وَاَیَّدَکُمۡ بِنَصۡرِہٖ وَرَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ۝

(الانفال: 27)

اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے (اور) زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے (اور) ڈرا کرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اُچک نہ لے جائیں۔ تو اس نے تمہیں پناہ دی اور اپنی نصرت سے تمہاری تائید کی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا تا کہ تم شکر گزار بنو۔

{700 احکامِ خُداوندی صفحہ 73}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرس

قرآن کریم	2
احادیث مبارکہ	3
کلام امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام	4
ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام	5
خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 22 نومبر 2013ء بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن	6
حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ خواجہ عبدالحمید	13
'نذرِ عقیدت بحضور امام آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام' منیر احمد کاہلوں	17
ایک دن کی بُری خبریں۔ لطف الرحمٰن محمود	18
جماعت احمدیہ امریکہ کا پینسٹھواں (65واں) جلسہ سالانہ۔ رپورٹ مرتبہ سید شمشاد احمد ناصر مبلغ سلسلہ لاس اینجلس امریکہ	23
نظم 'کتابِ انسان'۔ عارفہ حلیم	31
میری پیاری امی جان۔ ندیم خان، اوسلو ناروے	32
غزل۔ صادق باجوہ۔ میری لینڈ	33
قرآن مجید کی بعض عربی تفاسیر کا ذکر۔ میر غلام احمد نسیم ایم اے، ایم او ایل، مربی سلسلہ و استاد جامعہ احمدیہ (ر) حال مقیم نیوجرسی۔ امریکہ	34
ربط ہے جانِ محمدؐ سے میری جاں کو مدام ، دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے۔ امۃ الباری ناصر	37
نظم 'ایک ماں کا خود سے مکالمہ' ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان	43
نظم۔ امۃ الباری ناصر	45
نظم 'اک نظر' عفو عبدالشکور۔ کلیولینڈ اوہائیو	46
نظم 'نئے سال کی دُعا' شمسہ رضوانہ ناز	46

قرآن کریم

قَالَ کَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِیۡنَ○ قَالُوۡا لَبِثۡنَا یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ فَسۡـَٔلِ الۡعَآدِّیۡنَ○ قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا لَّوۡ اَنَّکُمۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ○ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ○ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الۡمَلِکُ الۡحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ○ (المؤمنون: 113-117)

پھر وہ (یعنی خدا) فرمائے گا۔ کتنے سال تم زمین میں رہے ہو؟ وہ کہیں گے ہم ایک ہی دن یا دن کا کچھ حصہ زمین میں رہے ہیں۔ تُو گننے والوں سے پوچھ لے۔ (اس پر خدا تعالیٰ) فرمائے گا۔ اگر تم سمجھ سے کام لو تو تم بہت تھوڑا عرصہ رہے ہو۔ کیا تم یہ سمجھا کرتے تھے کہ ہم نے تم کو بغیر کسی مقصد کے پیدا کیا ہے؟ اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ پس اللہ بڑی بلند شان والا۔ بادشاہ اور قائم رہنے والا اور قائم رکھنے والا ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عرش کریم کا ربّ ہے۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ:

''اس وقت خدا تعالیٰ کُفّار سے کہے گا کہ بتاؤ تو سہی کہ تم دنیا میں کتنے سال رہے؟ وہ کہیں گے کہ کچھ نہیں کوئی ایک دن یا دن کا کچھ تھوڑا سا حصہ۔ یہ فقرہ ناواقفیت کے اظہار کیلئے بولا جاتا ہے چنانچہ اسی آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ فَسۡـَٔلِ الۡعَآدِّیۡنَ تُو گننے والوں سے پوچھ لے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم کو حقیقی علم ہو تو تم بہت تھوڑا عرصہ دنیا میں رہے ہو۔ ان الفاظ کے ذریعہ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ کفار اپنی زندگی ہنسی کھیل میں گزار دیتے ہیں اور ہنسی کھیل میں گزرا ہوا وقت بہت تھوڑا معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آگے چل کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ○ یعنی اے لوگو! کیا تم نے یہ سمجھا تھا کہ ہم نے تم کو بغیر کسی غرض کے پیدا کیا ہے کہ تم نے اپنی عمریں ضائع کرنی شروع کر دیں۔ اور یہ خیال کرتے رہے کہ تم لوٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے تاکہ اپنی زندگی کی روشن اور تاریک گھڑیوں کا ہمیں حساب دو۔ حالانکہ اگر تمہارا خیال ٹھیک ہوتا تو خدا تعالیٰ کی توحید اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت ثابت نہ ہوتی۔ خدا تعالےٰ کی توحید اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت تبھی ثابت ہو سکتی ہے جبکہ دنیا ایک مقصد کیلئے پیدا کی گئی ہو۔ اور اگر کوئی شخص اُس مقصد کو پورا نہ کرے اور ہنسی کھیل میں اپنے دن گزار دے تو اُس سے جواب طلبی کی جائے۔۔۔''

''جو لوگ اپنی زندگیوں کا کوئی روحانی مقصد نہیں سمجھتے اُن پر اگر جرح کر کے دیکھو تو اُن کا یہی عقیدہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ نعوذ باللہ کھیل رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَعَالَی اللہ تعالیٰ تو بہت بلند شان والا ہے۔ اُس نے دنیا کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ کی چار صفات تھیں جنہوں نے دنیا کی پیدائش کا تقاضا کیا وہ صفات اپنا ظہور چاہتی تھیں اور اُن صفات کے ظہور کیلئے ہی اُس نے دُنیا کو پیدا کیا۔ وہ چار صفات کیا ہیں۔ اَلۡمَلِکُ۔ اَلۡحَقُّ۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ۔ اور رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ۔ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ملک ہے اس کی ملکیت چاہتی تھی کہ وہ ظاہر ہو۔ وہ الحق ہے اُس کا حق ہونا چاہتا تھا کہ وہ ظاہر ہو وہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ کا مصداق ہے اس کی توحید چاہتی تھی کہ وہ ظاہر ہو اور وہ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡکَرِیۡمِ ہے اُس کا رَبُّ الۡعَرۡشِ الکریم ہونا چاہتا تھا کہ وہ ظاہر ہو۔ یہ چار صفات چونکہ اپنا ظہور چاہتی تھیں اس لئے اُس نے دنیا کو پیدا کر دیا۔ ان چاروں صفات پر غور کر کے دیکھو تو درحقیقت یہ وہی صفات ہیں جو سورۃ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ اَلرَّحۡمٰنِ۔ اَلرَّحِیۡمِ۔ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے رحمٰن ہے رحیم ہے اور مٰلک یوم الدین ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 231-233)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

☆عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِّنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ یَّسَرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَاللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَمُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ' وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاکَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ' وَمَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ ' وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَ یَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔

(مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع علی تلاوة القران و علی الذکر)

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی بے چینی اور تکلیف کو دُور کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بے چینیوں اور تکلیفوں کو اس سے دُور کرے گا اور جس شخص نے کسی تنگدست کو آرام پہنچایا اور اس کے لئے آسانی مہیا کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے لئے آسانیاں مہیا کرے گا جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد پر تیار رہتا ہے جو اپنے بھائی کی مدد کے لئے تیار ہو۔ جو شخص علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردیتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور اس کے درس و تدریس میں لگے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر سکینت اور اطمینان نازل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپے رکھتی ہے، فرشتے ان کو گھیرے رکھتے ہیں۔ اپنے مقربین میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ جو شخص عمل میں سست رہے اس کا نسب اور خاندان اس کو تیز نہیں بنا سکتا یعنی وہ خاندانی بل بوتے پر جنت میں نہیں جا سکے گا۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ: نَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَنْبِهٖ 'قُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَوِتَّخَذْنَا لَکَ وِطَآءً فَقَالَ: مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا؟ مَا اَنَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَهَا۔

(ترمذی کتاب الزھد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ چٹائی پر سو رہے تھے۔ جب اٹھے تو چٹائی کے نشان پہلو مبارک پر نظر آئے۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم آپؐ کے لئے نرم سا گدیلہ بنادیں تو کیا اچھا نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا۔ مجھے دنیا اور اس کے آراموں سے کیا تعلق؟ میں اس دنیا میں اس شتر سوار کی طرح ہوں جو ایک درخت کے نیچے ستانے کیلئے اترا اور پھر شام کے وقت اس کو چھوڑ کر آگے چل کھڑا ہوا۔

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دُنیا بھی اِک سَرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سَو برس رہا ہے آخر کو پھر جُدا ہے

شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے دوستو پیارو! عقبیٰ کو مت بِسارو
کچھ زادِ راہ لے لو، کچھ کام میں گزارو

دُنیا ہے جائے فانی دل سے اِسے اُتارو
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

جی مت لگاؤ اس سے دل کو چھڑاؤ اِس سے
رغبت ہٹاؤ اِس سے بس دُور جاؤ اِس سے

یارو! یہ اژدھا ہے جاں کو بچاؤ اِس سے
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

قرآں کتابِ رحماں سکھلائے راہِ عرفاں
جو اِس کے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں

اُن پر خُدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

ہے چشمہء ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خُدا کی باتیں ان سے ملے ولایت

یہ نُور دل کو بخشے دل میں کرے سرایت
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا

اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سُبْحٰنَ مَنْ یَّرَانِیْ

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انجیل سے ثابت ہے کہ وہ بارہ شاگرد جو اُن کی خاص قوتِ قدسی اور تاثیر کا نمونہ تھے اُن میں سے ایک نے جس کا نام یہودا اسکر یوطی تھا۔ اس نے تیس روپیہ پر اپنے آقا و مرشد کو بیچ دیا اور دوسرے نے جو سب سے اول نمبر پر ہے اور شاگرد رشید کہلاتا تھا اور جس کے ہاتھ میں بہشت کی کنجیاں تھیں یعنی پطرس۔ اس نے سامنے کھڑے ہو کر تین مرتبہ لعنت کی۔ جب خود حضرت مسیح کی موجودگی میں ان کا اثر اور فیض اس قدر تھا اور اب انیس سو سال گزرنے کے بعد خود اندازہ کرلو کہ کیا باقی رہا ہوگا۔ اس کے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت طیار کی تھی وہ ایسی صادق اور وفادار جماعت تھی کہ انہوں نے آپ کیلئے جانیں دے دیں، وطن چھوڑ دیئے، عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ دیا۔ غرض آپ کیلئے کسی چیز کی پروانہ کی۔ یہ کیسی زبردست تاثیر تھی۔ اس تاثیر کا بھی مخالفوں نے اقرار کیا ہے اور پھر آپ کی تاثیرات کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ اب تک وہ چلی جاتی ہیں۔ قرآن شریف کی تعلیم میں وہی اثر وہی برکات اب بھی موجود ہیں۔ اور پھر تاثیر کا ایک اور بھی نمونہ قابل ذکر ہے کہ انجیل کا کہیں پتہ ہی نہیں لگتا۔ خود عیسائیوں کو اس امر میں مشکلات ہیں کہ اصل انجیل کونسی ہے اور وہ کس زبان میں تھی اور کہاں ہے؟ مگر قرآن شریف کی برابر حفاظت ہوتی چلی آئی ہے۔ ایک لفظ اور نقطہ تک اس کا ادھر اُدھر نہیں ہوسکتا۔ اس قدر حفاظت ہوئی ہے کہ ہزاروں لاکھوں حافظ قرآن شریف کے ہر ملک اور ہر قوم میں موجود ہیں جن میں باہم اتفاق ہے۔ ہمیشہ یاد کرتے اور سناتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ آپ کے برکات اور زندہ برکات نہیں ہیں؟ اور کیا ان سے آپ کی حیات ثابت نہیں ہوتی؟۔۔۔

۔۔۔ میں یہ نہیں کہتا کہ حیات مسیح کے متعلق اسی زمانہ کے لوگوں پر الزام ہے۔ نہیں بعض پہلوں نے غلطی کھائی ہے مگر وہ تو اس غلطی میں بھی ثواب ہی پر رہے کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے **قد یخطی و یصب** کبھی مجتہد غلطی بھی کرتا ہے اور کبھی صواب۔ مگر دونوں طرح پر اُسے ثواب ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مشیت ایز دی نے یہی چاہا تھا کہ ان سے یہ معاملہ مخفی رہے۔ پس وہ غفلت میں رہے اور اصحاب کہف کی طرح یہ حقیقت ان پر مخفی رہی۔ جیسا کہ مجھے بھی الہام ہوا تھا۔ ''**اَمْ حَسِبْتَ اَنّ اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایٰتنا عجبًا۔**'' اسی طرح مسیح کی حیات کا مسئلہ بھی ایک عجیب سِرّ ہے۔ باوجودیکہ قرآن شریف کھول کھول کر مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات پر جو آیت استدلال کے طور پر پڑھی گئی وہ بھی اسی کو ثابت کرتی ہے مگر باوجود اس قدر آشکارا ہونے کے خدا تعالیٰ نے اس کو مخفی کرلیا اور آنے والے موعود کے لئے اس کو مخفی رکھا چنانچہ جب وہ آیا تو اس نے اس راز کو ظاہر کیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ وہ جب چاہتا ہے کسی بھید کو مخفی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اُسے ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی طرح اس نے اس بھید کو اپنے وقت تک مخفی رکھا مگر اب جبکہ آنے والا آ گیا اور اس کے ہاتھ میں اس سِرّ کی کلید تھی اس نے اسے کھول کر دکھا دیا۔ اب اگر کوئی نہیں مانتا اور ضد کرتا ہے تو وہ گویا اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 20 احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے؟ صفحہ 470 تا 472)

خطبہ جمعہ

دنیا اسلام کے جھنڈے تلے آئے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ ضرور آئے گی لیکن اگر ہم نے اپنے حق ادا نہ کئے اور اپنے صبر اور صلوٰۃ کو انتہا تک نہ پہنچایا تو پھر ہم اُس فتح کے حصہ دار نہیں ہو سکیں گے۔ پس یہ حق ادا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔

چاہے وہ آسٹریلیا ہے یا یوکے ہے یا کوئی اور ملک ہے یاد رکھیں کہ اگر انقلاب لانا ہے، اگر اُس ذمہ داری کو نبھانا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنے کے لئے ہم پر ہے، اگر بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو مسجدوں کی یہ رونقیں عارضی نہیں بلکہ مستقل قائم کرنا ہوں گی۔ اپنی تمام حالتوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی ہو گی۔ اپنی عبادتوں کے معیار بڑھانے ہوں گے۔

نشان تبھی ظاہر ہوں گے جب صبر اور صلوٰۃ کے حق ادا ہوں گے

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 22 نومبر 2013ء بمطابق 22 نبوت 1392 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب میں، تحریرات میں، ارشادات میں ہمیں اپنی بعثت کے مقصد کے بارے میں بتایا۔ پس ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمیں چاہئے کہ اس مقصد بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اُن مقاصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں تا کہ آپ کی جماعت میں شامل ہونے کا حق ادا کرنے والوں میں شمار ہو سکیں۔ ان مقاصد میں سے بعض اس وقت میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

آپ علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں پھر ایمان کو زندہ کرنے کے لئے مامور کیا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ تا کہ لوگ قوتِ یقین میں ترقی پیدا کریں۔ اس بات پر یقین ہو کہ خدا ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے اور نیکیوں کا اجر دیتا ہے اور برائیوں کی سزا بھی دیتا ہے۔ آپ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک ایمان کامل نہ ہو، انسان مکمل طور پر نیک اعمال بجا لا نہیں سکتا۔ فرمایا کہ جو جو کمزور پہلو ہو گا، اُسی قدر نیک اعمال میں کمی ہو گی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 320۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس انبیاء اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور یقین پیدا کرنے آتے ہیں اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا ایک بہت بڑا مقصد ہے تا کہ کمزوریاں دور ہوں اور ایمان کامل ہو۔ یہ آپ کے بعض الفاظ کا ارشادات کا خلاصہ ہے۔ میں نے سارے الفاظ نہیں لئے، اُس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ بہر حال یہ کمزوریاں کس طرح دُور ہوں گی اور ایمان کس طرح کامل ہو گا؟ اس بارے میں آپ نے بڑا کھل کر واضح فرمایا ہے کہ صرف میری بیعت میں آنے سے نہیں ہو گا بلکہ اس کے لئے مجاہدہ کرنے کی ضرورت ہے اور یہی اصول خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ
(العنکبوت:70)

یعنی اور وہ لوگ جو ہم میں ہو کر کوشش کرتے ہیں۔۔۔ یہ ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے کہ: وہ لوگ جو ہم میں ہو کر کوشش کرتے ہیں، ہم اُن کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 338 ۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس ایمان میں کامل ہونے کا یہ اصول ہے کہ صرف بیعت کرنے سے اصلاح نہیں ہوگی۔ اگر اس کے ساتھ اپنی حالت بدلنے کے لئے مزید کوشش نہیں ہوگی، اگر خالص اللہ تعالیٰ کے ہو کر کوشش نہیں ہوگی، اپنے دلوں کو بدلنے اور پھر عمل کرنے اور جہاد کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوگی تو اُس کا کوئی فائدہ نہیں۔

پھر آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ: ''دنیا میں ہر چیز کی ترقی تدریجی ہے۔ روحانی ترقی بھی اسی طرح ہوتی ہے اور بڑوں مجاہدہ کے کچھ بھی نہیں ہوتا اور مجاہدہ بھی وہ ہو جو خدا تعالیٰ میں ہو۔'' یعنی خالص ہو کر اُس کی تلاش ہو، اُس کی تعلیم پر عمل ہو۔ ''یہ نہیں کہ قرآن کریم کے خلاف خود ہی بے فائدہ ریاضتیں اور مجاہدہ جوگیوں کی طرح تجویز کر بیٹھے۔ یہی کام ہے، جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے تا کہ مَیں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 339 ۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اور پھر آپ نے ہمیں کیا دکھایا اور ہم سے کیا امید کی؟ آپ نے وہ نمونے قائم کئے اور اُن نمونوں پر چلنے کی تلقین کی جو آپ کے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتوں کے بھی قائم کئے اور حُسنِ خلق کے بھی قائم کئے اور جن کو قائم کرنے کے لئے پھر صحابہ رضوان اللّٰہ علیہم نے بھی مجاہدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے کہلائے اور نتیجۃً اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ایسے وارث ہوئے کہ ایک دنیا کو اپنے پیچھے چلا لیا۔

پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ آپ کے ماننے والوں کو کیسا انسان بننے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''مَیں نہیں چاہتا کہ چند الفاظ طوطے کی طرح بیعت کے وقت رَٹ لئے جاویں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ تزکیۂ نفس کا علم حاصل کرو کہ ضرورت اسی کی ہے۔۔۔ ہمارا کام اور ہماری غرض۔۔۔ یہ ہے کہ تم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرو اور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ، اس لیے ہر ایک کو تم میں سے ضروری ہے کہ وہ اس راز کو سمجھے اور ایسی تبدیلی کرے کہ وہ کہہ سکے کہ مَیں اَور ہوں۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 352 ۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس اگر ہم اپنے وجود میں تبدیلی کی کوشش کرتے ہوئے اپنے آپ کو اور وجود نہیں بناتے، اپنے آپ کو ایسا نہیں بناتے جو دنیا سے مختلف ہو تو آپ کے ارشاد کے مطابق ہمیں بیعت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

پھر ایک جگہ بعثت کی غرض بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچا دے کہ تمام مذاہبِ موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآنِ کریم لایا ہے اور دار النّجاۃ میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے''۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 393-392 ۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ نے فرمایا کہ:

''ہمارا اصل منشاء اور مدّعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر کرنا ہے اور آپ کی عظمت کو قائم کرنا ہے۔ ہمارا ذکر تو ضمنی ہے''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 200 ۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ہماری تعریف اگر ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں ہے۔

پس ہم نے یہ غرض بھی پوری کرنے کے لئے بیعت کی ہے اور اس کو پورا کرنے کے لئے ہمیں قرآنِ کریم کی تعلیم کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے تا کہ عمل کریں اور اس تعلیم کو پھیلائیں کیونکہ دنیا کی نجات بھی لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں ہے۔ پس دنیا کو بتائیں کہ اس لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے جھنڈے تلے آ کر تم بھی نجات حاصل کرو۔

پھر آپ ایک جگہ اپنی آمد کا مقصد بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ وہ اسلام کو کُل ملّتوں پر غالب کرے۔ اُس نے مجھے اسی مطلب کے لئے بھیجا ہے اور اسی طرح بھیجا ہے جس طرح پہلے مامور آتے رہے''۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 413 ۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر اپنے مشن کے غرض کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ مَیں اسلام کو براہین اور حجج ساطعہ کے ساتھ'' یعنی روشن دلائل کے ساتھ ''تمام ملّتوں اور مذہبوں پر غالب کر کے

دکھاؤں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 432۔ایڈیشن2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر ایک جگہ آپ نے اپنی آمد کا مقصد یہ بھی فرمایا کہ:

"میں خدا تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اُس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے۔ اُس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اُس کو ملے۔ گناہ سے لذّت پانے کی بجائے اُس کے دل میں نفرت پیدا ہو۔ جس کی یہ صورت ہو جاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانے میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی۔ کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس منزل پر انسان کو پہنچا دے اور یہ فطرت اُس میں پیدا کرے۔ ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے۔ یہ بلا عام ہو رہی ہے اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے، بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے"۔ یعنی فرشتے بھی اُس کو سجدہ کرتے ہیں۔ "نورانی ہو جاتا ہے۔ غرض جب اس قسم کا زمانہ دنیا پر آتا ہے کہ خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی اور تباہ کاری اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں، خدا کا خوف اُٹھ جاتا ہے اور خدا کے حقوق بندوں کو دیئے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ایسی حالت میں ایک انسان کو اپنی معرفت کا نور دے کر مامور فرماتا ہے۔ اُس پر لعن طعن ہوتا ہے اور ہر طرح سے اُس کو ستایا جاتا اور دُکھ دیا جاتا ہے لیکن آخر وہ خدا کا مامور کامیاب ہو جاتا اور دنیا میں سچائی کا نور پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح اس زمانے میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 494-493۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا:

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاقی قوتوں کی تربیت کروں"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 499۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ایک موقع پر آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ کے دعوے اور رسالت کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یعنی اس سے آپ کو کیا مقاصد حاصل ہوں گے؟ آپ کیوں آئے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

"خدا تعالیٰ کے ساتھ جو رابطہ کم ہو گیا ہے اور دنیا کی محبت غالب آ گئی ہے اور پاکیزگی کم ہو گئی ہے۔ خدا تعالیٰ اس رشتہ کو جو عبودیت اور اُلوہیت کے درمیان ہے پھر مستحکم کرے گا اور گمشدہ پاکیزگی کو پھر لائے گا۔ دنیا کی محبت سرد ہو جائے گی"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 500۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اور فرمایا: یہ میرے ذریعہ سے ہوگا۔

یہ بہت بڑا مقصد اور بہت بڑا دعویٰ ہے جو آپ نے بیان فرمایا۔ آج کی مادی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا جو ہے مادیت میں ڈوب کر اپنے پیدا کرنے والے خدا کو بھول چکی ہے اور جو بظاہر مذہب یا خدا کے وجود کو کچھ سمجھتے ہیں، کچھ تسلیم کرتے ہیں تو وہ بھی ظاہری رنگ میں۔ نہ اُنہیں خدا تعالیٰ کی ذات کے بارے میں کچھ یقین ہے، نہ اس کا ادراک ہے، نہ فہم ہے، نہ مذہب کا کچھ ادراک ہے۔ اُن کے لئے اصل چیز دنیا اور اس کی جاہ و حشمت ہے۔ صرف نام کے طور پر کسی مذہب کو ماننے والے ہیں۔ ایسے حالات میں یقیناً یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس قدر یقین ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے پر کس قدر اعتماد ہے، اس کا اظہار جو الفاظ میں نے پڑھے ہیں ان کی شوکت سے ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ سب الفاظ، یہ آپ کا دعویٰ، یہ بعثت کی غرض اور مقاصد ہمیں بھی کچھ توجہ دلا رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ہے جس کو پڑھ اور سن کر ہم جماعت میں داخل ہوئے ہیں، یا ہمارے باپ دادا جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے تھے اور ہم نے ان کی اس نیکی کا فیض پایا، یہ ہم سے کچھ مطالبہ کر رہا ہے یا یہ مقاصد ہم سے کچھ مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم ان مقاصد کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ ہمیں ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔ ہم نے بھی ان کے نتائج کے حصول کی کوشش کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو جو باتیں دنیا میں پیدا کرنے آئے ہم نے بھی اُن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ہم نے بھی مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کے لئے مددگار بننا ہے۔ جب ہم نے منادی کی آواز کو سنا اور ایمان لائے تو اب ہم بھی یہ اعلان کرتے ہیں اور ہمیں یہ اعلان کرنا چاہئے کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہ ہم اپنی حالتوں میں یہ تبدیلیاں پیدا کریں گے اور اس پیغام کو پھیلائیں گے اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے۔

پس ہمیں اپنا جائزہ لینا ہوگا، سوچنا ہوگا، منصوبہ بندی کرنی ہوگی،

اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہوگی تا کہ ہم کامیابیوں سے ہمکنار ہوں اور آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اگر ہم آپ کو مان کر پھر آرام سے بیٹھ جائیں اور کوئی فکر نہ کریں تو یہ عہد بیعت کا حق ادا کرنے والی بات نہیں ہوگی۔ یہ دعویٰ قبول کر کے بیٹھ جانا اور سو جانا ہمیں مجرم بناتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی جب ہم اپنے وسائل کو دیکھتے ہیں، اپنی حالتوں کو دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ کیا یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ہم کریں بھی تو کیا کریں گے کہ ایک طرف ہمارے وسائل محدود اور دوسری طرف دنیا کی اسّی فیصد سے زائد آبادی کو مذہب سے دلچسپی نہیں ہے، دنیا کے پیچھے بھاگنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ان ترقی یافتہ ممالک میں دولت ہے، ہر قسم کی ترقی ہے، دوسرے مادّی اسباب ہیں جنہوں نے یہاں رہنے والوں کو خدا سے دور کر دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں کہ خدا تعالیٰ کی تلاش میں وقت ضائع کریں۔ ابھی کل کی ڈاک میں ہی ایک احمدی کا جاپان سے ایک خط تھا، بڑے درد کا اظہار تھا کہ میں نے اپنے ایک جاپانی دوست سے کہا، اُن کے بڑے اچھے اور اعلیٰ اخلاق ہیں، تعلقات بھی اُن سے اچھے ہیں، بات چیت بھی ہوتی رہتی ہے، جب اُسے یہ کہا کہ خدا سے دعا کریں کہ ہدایت کی طرف رہنمائی ہو تو کہنے لگے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے کہ تمہارے خدا کی تلاش کرتا پھروں یا خدا سے رہنمائی مانگوں، مجھے اور بہت کام ہیں۔ تو یہ تو دنیا کی حالت ہے۔ ان قوموں کی جو اپنے آپ کو ترقی یافتہ سمجھتی ہیں یہ حالت ہے۔ اور غریب قوموں کو بھی اس ترقی اور دولت کے بل بوتے پر اپنے پیچھے چلانے کی بڑی طاقتیں اور امیر قومیں کوشش کر رہی ہیں۔

پس جب یہ صورتِ حال ہو، سننے کی طرف توجہ نہ ہو یا کم از کم ایک بڑے طبقہ کی توجہ نہ ہو اور دولت اور مادّیت ہر ایک کو اپنے قبضہ میں لینے کی کوشش کر رہی ہو اور ہمارے وسائل جیسا کہ مَیں نے کہا، محدود ہوں تو ایسے میں کس طرح ہم دجل اور مادّیت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے کہ ہم دنیا کی اکثریت کو خدا تعالیٰ کے وجود کی پہچان کروا سکیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو قائم کر سکیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اور بڑی تحدّی سے فرماتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں اور یہ ہوگا۔ انشاء اللہ

پس ہم بھی آپ کے اس دعویٰ کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر یہ اعلان کر رہے ہیں، چاہے ظاہراً کریں یا نہ کریں لیکن ہمارا بیعت میں آنا ہی ہم سے یہ اعلان کروا رہا ہے اور کروانا چاہئے کہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہ کہ ہم اللہ کے دین میں مددگار ہیں اور رہیں گے انشاء اللہ۔ دنیا کے انکار سے مایوس نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ہم دنیا کی آنکھ سے دیکھ کر اس کام کو آگے نہیں بڑھا رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات ہمیں ہر قدم پر تسلی دلاتی ہیں کہ اگر تم اللہ میں ہو کر کوشش کرو گے تو نئے راستے کھلتے چلے جائیں گے۔

پس ہم دنیاوی نظر سے دیکھیں اور وسائل پر بھروسہ کریں تو ہماری جو کامیابی ہے ایک دیوانے کی بَڑ نظر آتی ہے۔ اگر ہم دنیاوی طاقت اور وسائل کے لحاظ سے دیکھیں تو ایک ملک کو ہی دیکھ کر ہم پریشان ہو جائیں۔ مثلاً رُوس کو لے لیں، چین کو لے لیں، یورپ کے کسی ملک کو لے لیں، امریکہ کے کسی ملک کو لے لیں، جزائر کو لے لیں، افریقہ کے کسی ملک کو لے لیں، ہر جگہ بہت سی ایسی روکیں نظر آئیں گی جو ہمیں آگے بڑھنے سے ڈرائیں گی۔ ملکوں کے حالات اور دنیاوی جاہ و حشمت نہ آج سے چند دہائیاں پہلے ہمارے حق میں تھے، نہ آج ہمارے حق میں ہیں۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہونے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ مثلاً ایک وقت میں روس اور اُس کے ساتھ جو تمام states تھیں، کمیونسٹ حکومت کی وجہ سے وہاں تبلیغ نہیں ہو سکتی تھی۔ اب ایک حصہ آزاد ہو کر مذہب سے دُور چلا گیا اور دنیاوی چکا چوند نے اُسے اندھا کر دیا۔ اور دوسری طرف جو مسلمان ریاستیں رشیا میں شامل تھیں وہاں مفتیوں اور مفاد پرست مذہبی لیڈروں نے حکومت کو اس طرح ڈرا دیا ہے کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے راستے میں قدم قدم پر روکیں کھڑی کی جا رہی ہیں۔ جماعت پر پابندیاں ہیں اور وہاں کے احمدیوں کو بھی ڈرایا دھمکایا جاتا ہے، ہراساں کیا جاتا ہے۔ مغربی ممالک کو دیکھیں تو دنیاداری نے یہاں بھی انتہا کر دی ہے۔ غلاظتوں اور بے حیائیوں کو قانون تحفظ دے دیتا ہے۔ جس بے حیائی پر اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو تباہ کیا تھا، اُس بے حیائی کو ہمدردی کے نام پر تحفظ دیا جا رہا ہے۔ چین میں مذہب سے دلچسپی کوئی نہیں، مادّی دوڑ میں آگے بڑھنے کی دوڑ وہاں لگی ہوئی ہے اور معاشی لحاظ سے وہ دنیا کی بہت بڑی طاقت بن رہا ہے۔

جاپان ہے تو بہت ترقی یافتہ ملک ہے، وہاں بھی ٹیکنالوجی میں ترقی ہے اور حیرت انگیز ترقی نظر آتی ہے۔ اکثریت دنیا کی رسوم کے پیچھے لگی ہوئی ہے لیکن مذہب سے دُوری ہے اور وہ یہ کہنے والے ہیں جو میں نے مثال دی کہ خدا کے لئے نعوذ باللہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اکثریت کا یہی نظریہ ہے۔ کیسا خدا،

کونسا خدا؟ بیشک اخلاقی لحاظ سے یہ لوگ بڑے آگے ہیں لیکن دنیاداری نے مذہب سے دور کر دیا ہے۔ بظاہر کہنے کو اگر جاپانیوں سے پوچھو تو روایتی مذہب ان کا شنٹو ازم ہے لیکن حقیقت میں یہ لوگ شنٹو ازم، عیسائیت اور بدھ ازم کا ایک عجیب ملغوبہ یا عجیب مجموعہ بن چکے ہیں۔ عملاً صرف رسومات کی حد تک پیدا ہونے، زندگی گزارنے اور مرنے کے بعد کے جو مراحل ہیں وہ مختلف stages میں مختلف مذاہب ادا کر رہے ہیں لیکن بہر حال دین سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ مغرب کی اکثریت جیسا کہ میں نے کہا، خدا تعالیٰ کو بھلا بیٹھی ہے اور نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ کو بھلا بیٹھی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ مذہب کو ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ چرچوں میں جانے والے کوئی نہیں۔ عیسائیت کہتی تو ہے کہ ہم کوشش کر رہے ہیں لیکن چرچ فروخت ہو رہے ہیں۔ پس یہ دنیا اس وقت بے حال ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا دنیاوی لحاظ سے ہمارے وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان دنیا داروں کے سامنے ہمارے وسائل جو ہیں ایک ذرہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔

پس یہ جو سب باتیں ہیں یہ فکر پیدا کرتی ہیں اور فکر پیدا کرنے والی ہونی چاہئیں کہ ایسے حالات میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو کیسے آگے بڑھائیں گے؟ لیکن خدا تعالیٰ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کے لئے بھیجا ہے، خدا تعالیٰ جس نے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو بھیجا، اُس نے ہمیں فرمایا کہ مجھ میں ہو کر میرے راستوں کو تلاش کرو۔

اور خدا تعالیٰ میں ہو کر اُس کے راستے کی تلاش کس طرح کرنی ہے؟ فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (البقرۃ:154) کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر اور دعا کے ساتھ اللہ کی مدد مانگو، اللہ یقیناً صابروں کے ساتھ ہوگا۔ پس یہ اللہ ہے جس سے مدد مانگی جائے تو بڑی سے بڑی روک بھی ہوا میں اُڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو تمام قدرتوں والا ہے، اللہ تعالیٰ جو اپنے جلال کے ساتھ سب طاقتوں کا مالک ہے، وہ ہر انہونی چیز کو ہونی کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک ہر زمانے اور ہر قوم اور ہر انسان کے لئے نجات دہندہ کے طور پر بنا کر بھیجا ہے جس نے قرآنِ کریم آپ پر نازل فرما کر تمام انسانوں کے لئے شریعت کو کامل کر دیا جس میں ہر زمانے کے دینی اور دنیاوی مسائل کا حل بھی ہے، جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانے میں اسلام کے احیائے نَو کے لئے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب ایسے حالات آئیں کہ روکیں سامنے نظر آئیں، جب ایسے حالات آئیں کہ تمہاری عقلیں فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں اُس وقت تم صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگو۔

پس اگر خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی مدد مانگو گے تو بظاہر مشکل کام بھی آسان ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اُس کے دین نے غالب آنا ہے لیکن تمہیں اس غلبہ کا حصہ بننے کے لئے صبر اور صلوٰۃ کی ضرورت ہے۔ لیکن کیسے صبر اور کیسی صلوٰۃ کی ضرورت ہے؟ اُس کے لئے پہلے اصول بیان ہو چکا ہے کہ اللہ میں ہو کر مجاہدہ کرو۔

صبر کے مختلف معنی لغات میں درج ہیں۔ مثلاً صبر یہ ہے کہ مستقل مزاجی اور کوشش سے برائیوں سے بچنا۔ ایک مومن اور ایک احمدی کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس دنیاوی دور میں جب ہر طرف سے شیطانی حملے ہو رہے ہیں اور برائیاں ہر کونے پر منہ کھولے کھڑی ہیں ان برائیوں سے بچنے کے لئے جہاد کرے۔ اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ پھر صبر کا مطلب ہے کہ نیکی پر ثابت قدم رہے۔ یہ نہیں کہ وقتی نیکی ہو اور جب کہیں دنیا کا لالچ اور بدی کی ترغیب نظر آئے تو نیکی کو بھول جاؤ۔ اعمالِ صالحہ بجا لانے کی طرف ہمیشہ توجہ رہے۔ ان اعمالِ صالحہ کی قرآنِ کریم میں تلاش کی ضرورت ہے۔ پھر صبر یہ ہے کہ ہر صورت میں اپنے معاملات خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرنا۔ ہر مشکل میں، ہر پریشانی میں، ہر تکلیف میں خدا تعالیٰ کے سامنے معاملہ پیش کرنا۔ کسی بھی بات میں کوئی جزع فزع نہیں۔

پس صبر کی یہ حالتیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوگی۔ روحانی مدارج میں ترقی ہوگی۔ دنیا کی کروڑوں کی جو دولت ہے اُس کے مقابلے میں ایک مومن کا ایک پاؤنڈ، ایک ڈالر، ایک روپیہ جو ہے وہ وہ کام دکھائے گا جو دنیا کو حیران کر دے گا۔

پھر صبر کے ساتھ برائیوں سے بچنے اور نیکیوں پر ثابت قدم ہونے اور خدا تعالیٰ کے حضور اپنے معاملات پیش کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

صلوٰۃ کی بھی ضرورت ہے۔ اور صلوٰۃ کے بھی مختلف معنی ہیں۔

صلوٰۃ کے ایک معنی نماز کے ہیں۔ یعنی یہاں جو نصیحت ہے کہ مومنوں کو نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنی چاہئے اور نماز کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ صبر کے اعلیٰ نتائج اُس وقت ظاہر ہوں گے جب نمازوں کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی۔ پھر اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرو، استغفار کرو۔ صلوٰۃ میں یہ سب معنی آ جاتے ہیں۔ پھر صرف یہ ظاہری نماز نہیں بلکہ دعاؤں کی طرف اُن کا حق ادا کرتے ہوئے توجہ کرو۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرو۔ اُن کے بھی حق ادا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو۔

پس یہ وسعت صبر اور صلوٰۃ میں پیدا ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت بھی حاصل ہوگی اور تمام کام آسان ہوں گے اور ہوتے چلے جائیں گے، انشاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے اور فضل اور رحم کے دروازے کھلیں گے۔

پس ایک مومن کا یہ کام ہے کہ اپنی کوششوں، اپنی عبادتوں، اپنی دعاؤں، اپنے اخلاق کو انتہا تک پہنچاؤ۔ جو کچھ تمہارے بس میں ہے وہ کر گزرو، پھر معاملہ خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ لیکن اگر صبر کا حق ادا نہیں کرو گے، اگر صلوٰۃ کا حق ادا نہیں کر رہے تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ کے انعامات کے حصہ دار نہیں بن سکتے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ صبر کا ایک مطلب برائیوں سے بچنا بھی ہے، اس کے لئے توبہ اور استغفار کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ:

سچی توبہ اُس وقت ہوتی ہے جب ان تین باتوں کا خیال رکھا جائے۔ پہلی بات یہ کہ اُن تمام خیالات اور تصورات کو دل سے نکال دو جو دل کے فساد کا ذریعہ بن رہے ہیں، جو غلط کاموں کی طرف ابھارتے اور اُکساتے ہیں۔ یعنی جو بھی برائی دل میں ہے یا جس برائی کا خیال آتا ہے اُس سے کراہت کا تصور پیدا کرو۔ تمہیں کراہت آنی چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ برائی پر ندامت اور شرم کا اظہار کرو۔ اپنے دل میں اتنی مرتبہ اُسے برا کہو کہ شرمندگی پیدا ہو جائے۔ دوسری بات ندامت اور شرم کا اظہار ہے اور تیسری بات یہ کہ ایک پکا اور مصمم ارادہ کرو کہ یہ برائی میں نے دوبارہ نہیں کرنی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 88-87۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

صبر میں یہی حالت پیدا کی جاتی ہے، تبھی صبر صحیح صبر کہلاتا ہے۔ پس اگر ہم نے اپنی یہ عادت کر لی اور اپنے صبر اور صلوٰۃ کے معیار حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی تو اللہ تعالیٰ کے غیر معمولی تائیدی نشان ظاہر ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ نشانات جن کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے ہم بھی دیکھیں گے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ نہ ہم برائیوں سے بچنے کی کوشش کر رہے ہوں، نہ ہم نیکیوں پر قدم مار رہے ہوں، نہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی روح کو سمجھ رہے ہوں، نہ ہم اپنے ہر معاملے میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر رہے ہوں، نہ ہم مخلوق کے حق ادا کر رہے ہوں، نہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی طرف توجہ دے رہے ہوں جس کی برکت سے ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے بن جاتے ہیں، نہ ہم نمازوں کا حق ادا کر رہے ہوں اور پھر بھی ہم یہ توقع رکھیں کہ دنیا کو ہم نے اسلام کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ ان مقاصد کو اور اغراض کو پورا کرنا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی ہیں۔

دنیا اسلام کے جھنڈے تلے آئے گی اور انشاءاللہ تعالیٰ ضرور آئے گی لیکن اگر ہم نے اپنے حق ادا نہ کئے اور اپنے صبر اور صلوٰۃ کو انتہا تک نہ پہنچایا تو پھر ہم اُس فتح کے حصہ دار نہیں ہو سکیں گے۔ پس یہ حق ادا کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ دنیا کو ہم یہی بتاتے ہیں کہ ایک دن ہم نے دنیا پر غالب آنا ہے۔ اس دورے کے دوران بھی نیوزی لینڈ میں ایک جرنلسٹ نے مجھے سوال کیا کہ تم تھوڑے سے ہو، تمہیں یہاں مسجد کی کیا ضرورت ہے؟ پہلے ایک ہال موجود ہے۔ تو میں نے اُسے یہی کہا تھا کہ آج تھوڑے ہیں لیکن اس تعلیم کے ذریعہ جو قرآنِ کریم میں ہمیں ملی، ایک دن انشاءاللہ تعالیٰ کثرت میں بدل جائیں گے اور ایک کیا کئی مسجدوں کی ضرورت ہمیں یہاں پڑے گی۔ پس اس کے لئے دنیا میں ہر جگہ کوشش اور اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

لیکن یہاں میں افسوس سے یہ کہوں گا کہ نمازوں عبادتوں کی طرف، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی طرف ہماری، جو توجہ ہونی چاہئے وہ نہیں ہے ہماری۔ مثلاً کل پرسوں کی بات ہے۔ ایک خاتون ملاقات کے دوران آئیں اور بڑے روتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ مسجدیں بناؤ اور مسجدیں آباد کرو۔ مسجدوں کی رونق بڑھاؤ، صلوٰۃ کا حق ادا کرو لیکن جب آپ چلے جاتے

ہیں تو مسجد میں حاضری بہت کم ہو جاتی ہے۔ اگر تو یہ حاضری دور سے آنے والوں کی وجہ سے کم ہوتی ہے، جو میرے یہاں ہونے کی وجہ سے مسجد فضل میں آتے ہیں (وہ مسجد فضل کی بات کر رہی تھیں) تو یہ اور بات ہے۔ لیکن پھر دُور سے آنے والے اگر یہاں نہیں آتے تو اپنے سینٹروں میں یا اپنی مساجد میں نماز باجماعت ادا کرنے والے ہونے چاہئیں۔ اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ جو آنے والے ہیں یہ (ادا) کرتے بھی ہوں گے۔ لیکن اگر حاضری کی یہ کمی قریب رہنے والوں کے نہ آنے کی وجہ سے ہے تو پھر بڑی قابلِ فکر ہے اور اس طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے۔ اسی طرح آسٹریلیا کے دورے کے بعد مجھے وہاں سے کسی نے خط لکھا کہ مسجد کی حاضری بہت کم ہوگئی ہے۔ پس چاہے وہ آسٹریلیا ہے یا یوکے ہے یا کوئی اور ملک ہے یاد رکھیں کہ اگر انقلاب لانا ہے، اگر اُس ذمہ داری کو نبھانا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنے کے لئے ہم پر ہے، اگر بیعت کا حق ادا کرنا ہے تو مسجدوں کی یہ رونقیں عارضی نہیں بلکہ مستقل قائم کرنی ہوں گی۔ اپنی تمام حالتوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ اپنی عبادتوں کے معیار بڑھانے ہوں گے۔ نشان تبھی ظاہر ہوں گے جب صبر اور صلوٰۃ کے حق ادا ہوں گے۔ جب اپنے نفس کو کامل طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہم فنا کریں گے۔ جب توحید پر قائم ہونے کا حق ادا کریں گے۔ اور جب یہ ہوگا تو اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ کا نظارہ بھی ہم دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ خود مدد کے لئے اُترے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر طاقتوں اور حسن کے جلووں سے ہماری مدد کو آئے گا اور دنیا دار ممالک اور دنیاوی طاقتوں کے عوام کے دل اللہ تعالیٰ اس طرف پھیر دے گا۔ ہمارے کاموں میں برکت پڑے گی اور دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہچان کر آپ کے جھنڈے تلے آئے گی۔ توحید کا قیام ہوگا اور خدا تعالیٰ کی ذات کے انکاری خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اپنا حق ادا کر کے یہ نظارے دیکھنے والے ہوں۔

جمعہ اور عصر کی نمازوں کے بعد مَیں جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ یہ مکرم ڈاکٹر بشیر الدین اُسامہ صاحب امریکہ کا ہے جن کی 2 رنومبر کو 82 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ انہوں نے 1955ء میں احمدیت قبول کی تھی اور ابتدائی افریقن امریکن احمدیوں میں سے تھے۔ نمازوں کے بڑے پابند، بڑے باوفا اور سلسلہ کا درد رکھنے والے غیرت مند، خلافت کے فدائی، دعا گو وجود تھے۔ نہایت جوشیلے لیکن بہت منکسر المزاج اور عاجز انسان تھے۔ ان کو ربوہ کی زیارت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کی بھی سعادت ملی۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی ان کی ایک مرتبہ ملاقات ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ بھی کئی بار ملاقات ہوئی۔ ان سے ان کو پیار بھی بڑا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا بھی آپ سے بڑا خاص تعلق تھا۔ آپ نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کی بھی توفیق پائی۔ گزشتہ بیس سال سے Cleveland میں نائب صدر جماعت کی حیثیت سے خدمات بجالا رہے تھے۔ خدمتِ خلق کا بہت جذبہ رکھتے تھے۔ بالخصوص اپنے افریقن امریکن بھائیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ پچاس کی دہائی میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک چھوٹا سا کتابچہ لکھنے کی توفیق پائی۔ پیشے کے لحاظ سے Dentist تھے اور آپ کی اہلیہ محترمہ فاطمہ اُسامہ صاحبہ جو تھیں، یہ بھی کافی عرصہ Cleveland کی لجنہ کی صدر رہی ہیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے مقیت اُسامہ جن کی چھپن سال عمر ہے اور ظفر اللہ اسامہ صاحب یادگار چھوڑے ہیں۔ ان دونوں کا بھی جماعت سے بڑا خاص اور گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں اور ان کی نسلوں کو ہمیشہ جماعت سے وابستہ رکھے۔

اعلان

قارئین مجلّہ النور سے درخواست ہے کہ مجلّہ کے درج ذیل شماروں کیلئے عنوان کے مطابق تاریخ مقررہ تک معیاری منظوم کلام اور مضامین بھجوا کر ممنون فرمائیں،

عنوان	تاریخ مقررہ
مسیح موعود نمبر	10 فروری 2014
سیرت النبی ﷺ نمبر	10 مارچ 2014
خلافت نمبر	10 اپریل 2014

جزاکم اللہ خیرا --- (ادارہ)

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری ✵ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

خواجہ عبدالحمید، حیدرآباد دکن حال میری لینڈ

یوسف کا حسن، عیسیٰ کی سانس جو وہ کسی کے مردہ جسم میں پھونک دیتے تو وہ زندہ ہو کر اُٹھ جاتا تھا اور موسیٰ کا ہاتھ کہ وہ اپنے جسم سے گزار کر بغل میں داب لیتے اور باہر نکالتے تو وہ اللہ کے فضل سے روشن اور نورانی بن جاتا تھا۔ یہ تمام معجزے ایک کمال رکھتے تھے اور دنیا کا کوئی دوسرا شخص اُن کی نقل نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سب آج بھی یادگار ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ گو کہ یہ سب کام اور یہ معجز نمائیاں اللہ کے خاص بندوں کی تھیں اور اُنہوں نے اللہ کے فضل سے اُن کو سرزد کیا تھا، لیکن اے اللہ کے رسول ﷺ تو اکیلا اور تنہا ہے جس سے یہ صادر ہوئے اور کوئی دوسرا تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ سب تیرے کمالات ہیں۔ وہ تمام خوبیاں اور کمالات تیرے وجود سے وابستہ ہیں ۔

حسنِ یوسف ، دمِ عیسیٰ ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ شعر تلمیح کا ہے۔ تلمیح کے معنی اُردو اور فارسی شاعری (علم عروض) میں اشارہ کرنے کے ہیں۔ یہاں تین باکمال انبیاء کی طرف اشارہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار گزرے ہوئے انبیاء کے مجموعی کمالات اور خوبیوں کا جو حجم ہے، جو وزن ہے، اُن سب کی خداداد نعمتوں کا علیحدہ علیحدہ پیش کردہ خزینہ ہے لیکن اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اکیلا اور تنہا باکمال وہ شخصیت ہے جس نے اُن تمام رحمتوں، برکتوں اور نعماء کو اپنی ذات میں اکیلے ہی جمع کر کے دکھادیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد۔

ایک وقت ایسا بھی دنیا پر آیا کہ جب انسانیت اپنی گمراہی، بدنصیبی اور بے مائیگی کی آخری حدوں کو چھو رہی تھی اور دُنیا میں شجر و حجر کی عزت و تکریم کے لئے انسان کا خون نہایت ارزاں اور سستا ہو چکا تھا۔ آداب و اخلاق ایک کھوئی ہوئی چیز بن چکے تھے کہ وہ خیرِ مجسم دُنیا میں آیا جس نے انسانیت کے کھوئے ہوئے اوزان اور پیمانوں کو وقار اور عظمت بخشی، مردہ انسانیت کو زندہ کیا اور شجاعت اور شرم و حیا کو اور صدق و صفا کے پاکیزہ معیاروں کو بلند و بالا اُفق تک پہنچادیا۔

غلاموں، قیدیوں اور آزادی کے طالب انسانوں کو آداب و اخلاق سکھائے۔ امن و امان، خودداری، پاکیزگی اور عزتوں کی پاسداری کا سبق پڑھایا۔ جاہلی عصبیت کے بُت کو پاش پاش کیا۔ عزتِ نفس کو بلند کیا۔ شرافت، عظمت اور علوئے انسانیت کی اعلیٰ اقدار کی پہچان کروائی اور بتایا کہ انسانیت ہی سب سے بڑی قدر ہے۔ انسانیت کے کھوئے ہوئے وقار کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر واپس کیا اور گمشدہ عظمتِ انسانیت کو بحال کیا۔ توہمات، روایات اور معتقدات اس قدر طاقتور اور قدآور ہو چکے تھے کہ انسان کا قد بہت کم پڑ چکا تھا۔ آپ نے سکھایا کہ اصل معیار انسانیت کا طہارت، پاکیزگی اور تقویٰ ہے۔ اونچ نیچ اور غرور و تکبر، پامال شدہ حقیقتیں ہیں۔ انسانیت کی قدآوری اسکی عاجزی، انکساری اور فروتنی میں ہے۔ یہی انکساری اور سادگی تھی جس نے آپ کو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے سُرخروئی، فتحمندی اور مقبولیت عطا کی۔ ہر شان اور فتح کو آپ نے اپنے خدا کا احسان اور ہر شکست اور ہزیمت کو آپ نے اپنی کمزوری اور غلط حکمتِ عملی پر محمول کیا۔ لیکن اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیع ترین دامن کو رحمت عالیہ سے پُر کر کے آپ کو رحمۃ للعالمین بنادیا، یعنی اللہ تعالیٰ جیسا کہ ربّ العالمین ہے، آپ کو تمام جہانوں کے لئے خیرِ مجسم اور رحمتِ مجسم بنادیا۔

فتح مکہ سے قبل بعض ایسے مجرموں اور قاتلوں کے بارے میں رسول کریم ﷺ کا فیصلہ تھا کہ اُنہیں جہاں دیکھو، قتل کردو۔ یہ فیصلہ اُن بھیانک حملوں، بہیمانہ جرموں

اور سفا کانہ ظلموں اور بربریت کے مقابل تھا جو اُن سے سرزد ہو چکے تھے لیکن جب وہ سامنے آئے اور آپ سے عفوودرگزر کی درخواست کی تو آپ کی بے پایاں رحمت کے سمندر نے جوش مارا اور آپ کے عفو اور چشم پوشی کی وسیع چادر نے اُنہیں ڈھانپ لیا۔

عبدالعزّٰی بن خطل

عبدالعزّٰی بن خطل فتح مکہ سے کچھ عرصہ قبل مدینہ آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حضور نے اُس کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا۔ وہ کچھ دن مدینہ میں رہا۔ چند دنوں بعد آپ نے اُسے مدینہ کی چند نواحی بستیوں میں بھجوایا کہ وہ وہاں سے مالیہ وصول کر کے لائے۔ آپ نے مدینہ سے ایک انصاری نوجوان کو بھی مددگار کے طور پر ساتھ کر دیا۔ اُس نے راستے میں اُس نوجوان کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا۔ وہ شاعر بھی تھا۔ مکہ جا کر اُس نے اسلام اور رسول کریم ﷺ کے خلاف ہجو یہ شاعری شروع کر دی۔ اُسکی داشتائیں بھی تھیں۔ وہ اُسکی ہجو یہ شاعری کو گلی و بازار میں گا گا کر سُنایا کرتیں اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا مضحکہ اُڑایا کرتیں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر جب آنحضرت ﷺ کی مکہ میں آمد کا اُسے علم ہوا تو وہ فوجی لباس میں ملبوس ہو کر ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور اس ارادے سے آپ کی طرف بڑھا کہ وہ آپ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دے گا، لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ آپ اکیلے نہیں ہیں بلکہ دس ہزار قدوسیوں کی ایک فوج بھی آپ کے ہمراہ ہے تو وہ خوفزدہ ہو کر واپس لوٹا اور خانہ کعبہ میں داخل ہو کر ایک پردہ کی آڑ میں چھپ گیا۔ بجائے اسکے کہ وہ متذکرہ انصاری نوجوان کے قتل پر شرمندہ ہوتا یا حضور سے معافی مانگتا، اس بات پر دلیر تھا کہ اب وہ حرم کعبہ کی پناہ میں ہے، اور کوئی اُسے ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ جب حضور کو اُس کے بارے میں علم ہوا تو فرمایا کہ خانہ کعبہ کسی ظالم کو نہ پناہ دیتا ہے اور نہ کسی واجب شدہ سزا کے نفوذ میں رُکاوٹ بنتا ہے۔ چنانچہ اُسے اُسی جگہ قتل کر دیا گیا۔ اسکی دو داشتائیں ارنب اور امّ سعد (سارّہ) بھی تھیں۔ اُن کا جُرم بھی قابل معافی نہ تھا۔ بلکہ خطل کے ساتھ وہ بھی برابر کی شریک تھیں۔ اُن میں سے ایک قتل ہوئی تو دوسری کہیں روپوش ہوگئی۔ بعد میں وہ حضور رحمۃ للعالمین سے امان کی طالب ہوئی تو آپ نے اُسے معافی دے دی۔ آپ کے عفو کے سلوک پر وہ مسلمان ہوگئی۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سراح

یہ مسلمان تھا اور حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا۔ ایک وقت وہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا کاتبِ وحی تھا۔ بدقسمتی سے اُسے ٹھوکر لگی اور وہ مُرتد ہو گیا۔ اُسکی تفصیل یہ ہے کہ سورۃ المومنون نازل ہو رہی تھی اور یہ وحی کو لکھ رہا تھا۔ اس سورت کی ابتدائی آیات میں انسان کی روحانی اور جسمانی تخلیق کے ساتوں مدارج کا تفصیلی ذکر ہے۔ اور پھر ثُمَّ اَنْشَانٰهُ خلْقًا اٰخر۔ کے مقام پر پہنچا تو مذکورہ تخلیق وترتیب پر خدا تعالیٰ کی تسبیح وتکبیر خود بخود زبان پر آجاتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عبداللہ بن سعد ابی سراح پر بے اختیار یہ الفاظ وارد ہوئے کہ ''فتبارک اللہ احسن الخالقین''، حضور نے فرمایا کہ یہ الفاظ ہیں انہیں لکھ لو۔ خود اس کے دل میں یہ گمراہ کن خیال دوڑ گیا کہ مرے مُنہ پر جو الفاظ وارد ہوئے ہیں اُنہی کو حضور نے وحی قرار دے دیا۔ اسے خیال آیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی قرآن بنا رہے ہیں، چنانچہ اُسے ٹھوکر لگی اور وہ مُرتد ہو گیا۔ یہ بھی اُن لوگوں میں سے تھا جن پر سزا واجب ہو چکی تھی۔ وہ تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ اسلام کا خود تجربہ کر چکا تھا اور اسلام کی تاثیرات کا خود شاہد تھا، پھر بھی مرتد ہو گیا۔ ان لوگوں کی بدنصیبی یہ ہوتی ہے کہ وہ کفار کے ہاتھ میں آلہ کار بن جاتے ہیں اور قرآنی اصطلاح میں ''یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا'' (سورة المائده) کہ وہ زمین میں فساد برپا کرنے کا موجب بن جاتے ہیں اور اللہ کے رسول سے جنگ کرنے والے قرار پاتے ہیں۔ ایسے محارب کی سزا قرآن مجید میں قتل قرار دی گئی ہے۔ جب اُسے اپنے خلاف حضور کے فیصلے کا علم ہوا تو وہ دوڑا دوڑا حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا اور امان کا طالب ہوا۔ جب حضرت عثمانؓ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو حضرت عثمانؓ نے کہا کہ حضور اسے معافی دے دیں اور اسکی بیعت لے لیں، حضور نے پھر توقف سے کام لیا دو تین بار اُس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہاں موجود صحابہ سے آپ نے پوچھا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو میرے توقف پر اُٹھتا اور اُسے قتل کر دیتا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کے دل کا حال نہیں جانتے تھے، آپ نے آنکھ سے اشارہ ہی کر دیا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ نبی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ آنکھ کی خیانت کرے۔ اس کے توبہ کرنے کے بعد آپ نے اس کی بیعت لے لی۔ عبداللہ بن سعد پھر ہمیشہ اسلام پر قائم رہا۔

عکرمہ بن ابو جہل

اُن مجرموں میں ایک عکرمہ بن ابی جہل بھی تھا۔ جو اپنی جان کے خوف سے بھاگ کر حبشہ جانا چاہتا تھا۔ اسکی بیوی نے رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے شوہر کے بارے میں کہا کہ حضور اسے بھی معاف فرمادیں۔ آپ کے بے پایاں اور بے کنار رحم و کرم نے اُسے بھی معافی دے دی۔ یہ نوید پا کر وہ اپنے شوہر کو ڈھونڈتی ہوئی اس تک پہنچی۔ وہ کشتی میں بیٹھا سفر کے لئے تیار تھا کہ اُسکی بیوی نے اُسے اتار لیا اور خوشخبری دی کہ رسول کریم ﷺ نے اسے معاف کر دیا ہے۔ عکرمہ نے اپنا سفر ملتوی کر دیا اور اپنی بیوی کے ساتھ مکہ کی جانب چل پڑا۔ اسکی بیوی نے اُس سے کہا کہ ایسے رحیم و کریم انسان کو چھوڑ کر تم کہاں جارہے تھے؟ عکرمہ نے پوچھا کہ میری بے شمار گالیوں اور بے حساب خطاؤں کو اُنہوں نے معاف کر دیا ہے؟ اسکی بیوی نے کہا کہ میں نے اُن سے عہد لے لیا ہے۔ اب تم سے کوئی باز پُرس نہیں ہوگی۔ وہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بالکل سچ کہتی ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ جو شخص اتنے شدید دشمن کو معاف کر سکتا ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

وہ سر جھکا کر شرم کے مارے خاموش کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے اُس کی یہ حالت دیکھ کر اسکی تسلی کیلئے فرمایا، عکرمہ ہم نے تمہیں معاف ہی نہیں کیا بلکہ ایک بات یہ بھی ہے کہ آج تم مجھ سے کوئی ایسی چیز مانگو جس کے دینے کی مجھ میں طاقت ہو تو وہ بھی تم کو دے دوں۔ عکرمہ نے کہا یا رسول اللہ میری اس سے زیادہ اور کیا خواہش ہو سکتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ میں نے آپ سے جو دشمنیاں کی ہیں وہ مجھے معاف کر دے۔ حضورؐ نے اُسی وقت اسکے لئے دعا فرمائی کہ اس نے جو دشمنیاں میرے ساتھ کی ہیں اسے معاف کر دے اور جو گالیاں اُس نے مجھے دی ہیں وہ بخش دی جائیں۔ پھر آپ نے اپنی چادر اُتار کر اُس پر ڈال دی اور فرمایا جو شخص ایسی حالت میں ہمارے پاس آئے کہ ایمان رکھتا ہو تو ہمارا گھر اُس کا گھر ہے اور ہماری جگہ اُسکی جگہ ہے۔ عکرمہ کے ایمان لانے سے آپ کی وہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی کہ کئی سال پہلے آپ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں جنت میں ہوں اور وہاں ایک انگور کا خوشہ ہے۔ میں نے وہاں لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کے لئے ہے۔ تو کسی نے جواب دیا کہ ابوجہل کیلئے۔ یہ بات آپ کو عجیب لگی تھی کہ جنت میں تو صرف مومن جائیں گے۔ پھر خوشہء انگور ابوجہل کیلئے کیونکر ہوا۔ اب عکرمہ کے ایمان لانے سے معلوم ہوا کہ وہ خوشہء انگور عکرمہ کیلئے تھا۔

ہبار بن اسود

ہبار وہ شخص تھا جو اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اور مسلمانوں پر تشدّد کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ اس نے حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ پر بھی حملہ کیا تھا۔ 2 ہجری میں جب حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص نے ایک وعدہ کی تعمیل میں حضرت زینبؓ کو مدینہ بھجوانا چاہا تو ہبار اور اُسکا گروہ ان پر حملہ آور ہوا۔ اور وہ اونٹ سے گر پڑیں۔ اس صدمے سے اُن کا حمل ساقط ہو گیا تھا اور اس دہشت کا اثر ان پر چھ سال رہا اور اسی کیفیت میں 8 ہجری میں آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ نے ایک بار فرمایا تھا کہ اسلام اگر اجازت دیتا تو میں ہبار کو زندہ جلوا دیتا۔ اُس نے جب اپنے بارے میں یہ سنا تو فارس بھاگ گیا۔ بعد میں موقعہ پا کر وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں فارس بھاگ گیا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو خیال آیا کہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مشرکانہ عقائد کو دُور کر دیا ہے تو میں آپ سے بھاگ کر کیوں اِدھر اُدھر بھٹکتا پھروں اور کیوں نہ واپس جا کر آپ سے معافی کی درخواست کروں۔ ہبار کے خلاف جو قتل کا حکم تھا وہ اسلئے نہیں تھا کہ اُس نے حضرت زینبؓ کے خلاف سخت زیادتی سے کام لیا تھا بلکہ آپ کا دُکھ بھرا یہ شدید ردِ عمل عورت پر ظلم اور بربریت کے مقابلے میں اسکی روک تھام کیلئے تھا۔ ہبار دراصل ایک محارب تھا۔ اور مسلمانوں کے خلاف ظلم اور تعدی میں کئی اور مواقع پر بھی ملوث تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل کو کھول دیا ہے اور اُس میں اسلام کی محبت کو داخل کر دیا ہے تو پھر میں تمہارے گناہوں اور شرارتوں کو کیوں نہ معاف کر دوں۔ جاؤ! میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور اسلام نے تمہارے سارے قصور مٹا دیئے ہیں۔

حارث بن نفیل

بعض واقعات میں اسکا نام حویرث بن نفیذ بھی آیا ہے۔ یہ شخص مسلمانوں کو ایذاء

دینے میں سخت حریص تھا اور ہبار بن اسود کے ساتھیوں میں سے تھا۔ حضرت زینبؓ پرحملہ کے دوران بھی یہ ساتھ تھا۔ اس نے حضرت اُمّ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ پر بھی حملہ کیا تھا۔ خود آنحضرتﷺ پر بھی کئی بار حملہ آور ہو چکا تھا بلکہ اذیت دے چکا تھا اور آپکی شان میں ہجویہ اشعار پڑھا کرتا تھا اور لوگوں کو اسلام کے خلاف انگیخت کرتا رہتا تھا۔ قبل اس کے کہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا اور معافی مانگتا وہ کسی جگہ حضرت علیؓ کے سامنے آگیا اور آپ نے اسے قتل کردیا۔

مقیس بن صبابہ

غزوۂ قرو میں مقیس بن صبابہ کے بھائی حضرت ہشام بن صبابہ کو ایک انصاری نے غلطی سے دشمن سمجھ کر شہید کردیا تھا۔ مقیس نے اسلام قبول کیا تو آنحضرتﷺ نے اُسے دیت بھی دلا دی تھی۔ اُس کے باوجود اُس نے انصاری کو قتل کردیا اور مُرتد ہو کر بھاگ گیا۔ حضرت نبی کریمﷺ نے اُسکی محاربت کی وجہ سے اُسے بھی واجب القتل قرار دیا تھا۔ چنانچہ تمیلہ بن عبداللہ نے ایک دن اُسے بازار میں میں دیکھا اور قتل کردیا۔

وحشی بن حرب

واجب القتل لوگوں میں اسکا نام بھی تھا۔ وہ ایک غلام تھا اور جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھ لڑائی میں شریک تھا اور آنحضرتﷺ کے چچا حضرت حمزہ کے قتل کا موجب ہوا تھا۔ حضرت حمزہؓ، حضورﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ فتح مکہ کے وقت وہ بھاگ کر طائف چلا گیا تھا۔ طائف کا ایک وفد آنحضرتﷺ کی خدمت میں معافی کا خواستگار ہوکر آیا تو وحشی بھی اُس وفد میں شامل تھا۔ آپ نے اُس کی خواہش پر اُسے بھی معاف کردیا۔ لیکن کہا کہ وہ جب تک زندہ رہے حضور کے سامنے نہ آئے۔ وہ مسلمان ہوگیا اور اس نے ارادہ باندھ لیا کہ حضرت حمزہؓ کے قصاص میں وہ اسلام کے کسی بڑے دشمن کو قتل کرے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جب مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی تو اس کے قتل میں وحشی کا بھی نام آتا ہے۔

صفوان بن اُمیّہ

یہ وہ شخص تھا جس کا باپ اُمیّہ بن خلف حضرت بلال کا مالک تھا۔ اور اُن پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ صفوان خود بھی مکہ کا ایک لیڈر تھا۔ گو کہ اُس کا نام واجب القتل لوگوں میں شامل نہیں تھا تاہم وہ خوفزدہ تھا کہ اُسے بھی قتل کردیا جائے گا۔ مکہ میں داخلے کے وقت، خالد بن ولید کے دستہ کے جو لوگ مقابل ہوئے تھے اُن میں عکرمہ کے ساتھ صفوان بھی شامل تھا اور اب تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ فتح مکہ کے بعد طائف کی طرف حضورﷺ نے ایک دستہ فوج کو بھجوایا تھا تو اس وقت حضور نے صفوان سے بھی کچھ سامانِ حرب مستعار لیا تھا۔ اُس نے پوچھا کہ کیا آپ اپنے غلبہ کے زعم میں میرا کچھ سامان چھیننا چاہتے ہیں؟ حضور نے فرمایا یہ تو مستعار ہے جو واپسی پر لوٹا دیا جائے گا۔ چنانچہ طائف سے واپسی پر سارا سامان اُسے لوٹا دیا گیا بلکہ ایک سو اونٹ اُسے انعام بھی دیئے گو کہ صفوان اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوا تھا۔ طائف اور حنین کی جنگوں میں مسلمانوں کے سامان کے ساتھ صفوان کا سامان بھی شامل تھا اور وہ خود بھی۔ حضرت عمیر بن وہب نے اسکی سفارش کی تھی اور خود اُسے ترغیب بھی دی تھی اور حضورؐ سے اُس کیلئے دو ماہ کی مہلت بھی مانگی تھی۔ حضورؐ نے اسکو چار ماہ کی مہلت دی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا کہ اسلام کا قبول کرنا تمہارے لئے شرط نہیں ہے۔ تم مکہ میں آزادی کے ساتھ رہ سکتے ہو۔ طائف سے واپسی کے بعد مالِ غنیمت سے فراغت کے بعد اُس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

اس دن بعض اور اکابر اور رؤسا جنہوں نے اسلام قبول کیا ان کے نام یہ ہیں: حکیم بن حزام، بدیل بن ورقہ، ابوسفیان، عتّاب بن اُسید، حارث بن ہشام، ابوقحافہ، ابولہب کے بیٹے عتبہ اور معتب، ہندہ زوجہ ابوسفیان جو حضرت معاویہؓ کی والدہ تھیں اور فضالہ بن عمیر وغیرہ۔

عُتبہ اور معتب

حضرت رسول کریمﷺ نے اپنے چچا عباسؓ سے پوچھا کہ آپ کے دو بھتیجے ہوا کرتے تھے وہ کہاں ہیں۔ اُنہیں بھی بلا کر مجھ سے ملوائیں۔ حضرت عباسؓ گئے اور دونوں کو اسلام کا پیغام دیا۔ یہ دونوں حضرت نبی کریمﷺ کے چچا ابولہب کے بیٹے تھے۔ دونوں نے لبیک کہا اور فوراً اسلام قبول کرلیا۔ پھر وہ دونوں حضرت عباسؓ کے ساتھ حضرت نبی کریمﷺ کے پاس آئے۔ اُن کے اسلام قبول کرنے کا سُن کر آپ کو بہت مسرت ہوئی۔ آپ اُن دونوں کو لے کر خانہ کعبہ میں

الملتزم کے پاس گئے۔الملتزم وہ جگہ ہے جو حجرِ اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان واقع ہے۔ وہاں اُن کیلئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ میں نے ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ وہ ان دونوں کو مجھے دے دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو مجھے دے دیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان دونوں نے غزوہ حُنین اور طائف میں آپ کا ساتھ دیا اور پوری ثابت قدمی کے ساتھ برسرِ پیکار رہے۔اور انہوں نے مستقل طور پر مکہ میں ہی رہنے کا ارادہ کرلیا۔

فضالہ بن عمیر

یہ وہ شخص تھا جس کا دل ابھی تک رسول اللہ ﷺ کے خلاف کینہ و بغض سے بھرا ہوا تھا اور وہ موقعہ کی تلاش میں تھا اور آپ کے تعاقب میں یہاں تک چلا آیا تھا۔ اور آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ جب آپ خانہ کعبہ کے طواف کی تیاری کررہے تھے تو وہ آپ کے تعاقب میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اس کے ارادوں کی خبر آپ کو دے دی۔ آپ نے پلٹ کر اُس کا نام لے کر اپنے قریب بلایا۔ آپ کی دونوں آنکھوں کے جگنو دمک اُٹھے۔ آپ نے وقار کے ساتھ پوچھا یہاں کیا کررہے ہو اور اب کیا ارادہ ہے۔ وہ بوکھلا اٹھا۔ آپ نے اسے قریب کیا اور اُسکے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اس کا کہنا ہے کہ جیسے ہی حضور نے اس کے سینہ کو چھوا اس نے محسوس کیا کہ اُس کے سینہ میں جو کچھ بغض وعناد اور رسول اللہ ﷺ کیلئے جو منفی خیالات اور فاسد محسوسات تھے تحلیل ہوتے جارہے ہیں اور اُسکے مقابلے میں حضور کے ساتھ اسکی محبت اور اخلاص میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس انقلابی کیفیت سے شرمندگی کا جو پسینہ چھوٹا، بقول شاعر ؎

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چُن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جو کوئی مسلمان درخت لگائے یا کھیتی کرے اور اس کے لگائے ہوئے درخت یا کھیتی کی پیداوار انسان پرندے یا جانور کھائیں تو یہ اس درخت لگانے یا کھیتی کرنے والے شخص کی طرف سے صدقہ ہے۔

(ترمذی ابواب الاحکام باب فی فضل الغرس)

نذرِ عقیدت بحضور امام آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

منیر احمد کاہلوں

''چلی جو نسیمِ فرحت بادِ صبا تجھ سے''

زینت مہر و ماہ تجھ سے سرورِ انبیاء تجھ سے
ملی خاک نشینوں کو عقیدت بے بہا تجھ سے
وہ گوہرِ نایاب سرمایۂ عزّ وشرف
لذّتِ درد میں ڈوبی شانِ اغنیاء تجھ سے
صرف عقبیٰ ہی نہیں بدلی ہمارا یہ جہاں بدلا ہے
خُدّامِ عصر کو ہے حاصل وہ بقا تجھ سے
مساواتِ انساں بے لوث محبت سے عبادت
تیرے غلاموں نے پہنی ہے وہ رِدا تجھ سے
لق و دق صحرا میں بھی کھلے خوش رنگ گلزار
چلی جو نسیمِ فرحت بادِ صبا تجھ سے
غرورِ فرعون ساحروں کا جگر پاش سحر
ہوئے سب خاک مِلا جب اثرِ دُعا تجھ سے
اربابِ جنوں کیوں نہ ہوں مخمور و شاداں
میسّر ہو جنہیں راہبری، مرہمِ شفا تجھ سے
حیران کُن انقلاب آفریں عہد جدید
معجزوں کا اک سلسلہ ہے جو چلا تجھ سے
سمیٹ لوں میں سب کچھ یہ ہو نہیں سکتا منیر
دراز کتنی میرے لئے ہے یہ عطا تجھ سے

ایک دِن کی بُری خبریں

لطف الرحمٰن محمود

ہمارے پیارے سیّدومولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ نبی رحمت بھی ہیں اور رسولِ حکمت بھی۔ آپ پر ہی ''نبی دعوات'' کی اصطلاح اطلاق پاتی ہے یعنی آپؐ نے ہی اہل ایمان کو دعا کرنے کے آداب اور سب سے زیادہ دعائیں تعلیم فرمائیں۔ ان سب دعاؤں کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ ان کے مختصر اور مفصل مجموعے کتابی شکل میں دستیاب ہیں۔ اگر ان دعاؤں کو شمار کیا جائے تو بلا مبالغہ ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ان میں وہ دعائیں بھی شامل ہیں جن میں حضرت نبی اکرم ﷺ ہر دن، صبح و شام، اللہ تعالیٰ سے عافیت و خیریت کی استدعا کرتے تھے۔ عافیت و خیریت کی درخواست کے علاوہ بعض اور دعائیں بھی ان میں شامل ہوتیں مثلاً غم و حزن، دکھ، مصیبت، ابتلاء، بری خبر، ناخوشگوار منظر، حتّٰی کہ قرض کے بوجھ، اور لوگوں کے سخت رویّوں سے محفوظ و مامون رہنے کی دُعا بھی ان تضرّعات کا جزو ہوتی۔ کہا جاتا ہے کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے۔ ان میں سے پچیس تیس کے حالات کوائف اور سیرت کے پہلو الہامی کتب اور مذہبی لٹریچر میں مل جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں بعض انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں پر مشتمل آیات موجود ہیں۔ حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، لوطؑ، یوسفؑ، یونسؑ، ایوبؑ، سلیمانؑ، عیسیٰؑ اور زکریاؑ وغیرہ نبیوں کی دعاؤں کا پس منظر جان کر اور انہیں دُہرا کر ایک خاص قسم کی روحانی لذّت محسوس ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کو قرآن کریم میں مذکور بعض دعائیں بہت محبوب تھیں۔ ان روایات کی آگہی حضورؐ کے غلاموں کو اُس زمانے اور محفل میں پہنچا دیتی ہے۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے قرآن کریم کی دعاؤں کے علاوہ حضورؐ کی تعلیم فرمودہ دعاؤں کا بہت بڑا ذخیرہ احادیث میں موجود ہے ان دعاؤں کے مطالعہ اور تجزیہ سے حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔

صحیح مسلم، (کتاب الذکر) میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت میں، حضرت نبی کریم ﷺ کی ایک دعا کے درج ذیل الفاظ ملتے ہیں:

رَبِّ اَسْأَلُکَ خَیْرَ مَافِیْ ھٰذَاالْیَوْمِ وَخَیْرَ مَابَعْدَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا فِیْ ھٰذَاالْیَوْمِ وَشَرِّ مَابَعْدَہٗ۔

یعنی اے ربّ کریم میں آج کے دن خیریت اور بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس دن کے بعد بھی۔ اور آج کے دن کے شرّ سے اور اس دن کے بعد بھی ہر شرّ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

حضرت نبی کریم ﷺ رات کے حوالے سے اسی دُعا میں درج ذیل تبدیلی فرما لیتے:

رَبِّ اَسْأَلُکَ خَیْرَ مَافِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَخَیْرَ مَابَعْدَھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ وَشَرِّ مَابَعْدَھَا۔

(مسلم کتاب الذکر)

حضور ﷺ کی سیرت کا یہ پہلو کتنا سبق آموز ہے، ہر روز صبح و شام، مالکِ ارض و سما سے خیریت و عافیت طلب فرما رہے ہیں۔ یہ دُعائیں حضرت نبی کریم ﷺ کی مبارک سُنّت ہیں۔ ہم سب کو خلوص دل اور عاجزی سے ان دعاؤں کو اپنی عادتِ ثانیہ بنالینا چاہیے۔ معمولی سے سطحی جائزے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ علم و فضل کی چکاچوند، معلومات کی فراوانی اور اُن کے حصول میں آسانی کے باوجود انسان دراصل ''اندھیرے'' میں رہ رہا ہے۔ اُسے معلوم نہیں کہ آنے والے شب و روز میں قضاوقدر کے ''سٹاک'' سے اُس کیلئے کیا کچھ مقدر ہے۔ آج ہی کے اخبار میں یہ افسوسناک خبر پڑھی ہے کہ ریاست انڈیانا میں ایک نوبیاہتا جوڑا، جو شادی کے صرف 7 گھنٹے بعد، ہنی مُون کیلئے ہوٹل جاتے ہوئے، ٹریفک کے حادثے میں جان کی بازی ہار گیا۔ ایک مسافر خاتون کی گاڑی برف میں slid کر گئی۔ اُس کی مدد کیلئے دُلہا اور دُلہن اپنی گاڑی سے باہر آئے اور اس جان لیوا حادثے کا شکار ہوگئے۔

''یوم'' کے حوالے سے چند معروضات

دن کو عربی میں ''یوم'' کہا جاتا ہے۔اس لفظ کے کئی معنی ہیں۔دن کا ایک مفہوم تو آفتاب کے طلوع وغروب کا درمیانی وقفہ ہے۔پھر دن کا مطلب، رات اور دن یعنی لیل ونہار بھی ہے۔یعنی ہماری زمین کا دن، 24 گھنٹوں کا دن۔ہمارے نظامِ شمسی کے سیّاروں کے دن رات کا دورانیہ زمین کے دن رات کے مجموعی وقت سے مختلف ہے۔صرف ہمسایہ سیّارے مریخ(MARS) کا دن رات، 24 گھنٹے اور 37 منٹ کا ہے۔مگر عجیب بات ہے کہ مریخ کا سال ہماری زمین کے 687 دنوں کے برابر ہے۔باقی سیّاروں کے اعداد وشمار بہت مختلف ہیں۔مشتری(Jupiter) کا سال، تقریباً 12 زمینی سالوں کے برابر ہے۔زُحل کا سال زمین کے 29 سال کے برابر ہے۔یورینس کا سال زمین کے 84 سالوں کے برابر ہے۔پلوٹو کو ماہرین نے دس بارہ سال قبل، نظامِ شمسی سے خارج کردیا تھا ورنہ اس کا سال زمین کے 284 سال کے برابر تھا۔اگر میں دس سال مزید زندہ رہوں تو سمجھوں گا کہ میری زندگی سیّارہ یورینس کے ایک سال کے برابر تھی لیکن پلوٹو کے بارے میں کہہ سکتا ہوں ع

کون جیتا ہے تری زُلف کے سر ہونے تک

ہاں یاد آیا کہ یوم کی جمع ''ایّام'' ہے۔اس حوالے سے دو اصطلاحات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔''ایّام اللہ'' کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے(سورۃ ابراھیم آیت6)۔اس اصطلاح کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ کے نشانات، معجزات، احسانات، انعامات اور عذاب وعقوبت کے واقعات شامل ہیں۔''ایام العرب'' سے عربوں کی جنگیں اور معرکہ آرائیاں مراد ہیں۔حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے کہ ایام العرب کا مطالعہ قرآن فہمی کیلئے مفید بلکہ ضروری ہے۔

قرآن کریم میں ''ایّام'' کی اصطلاح کو ''ادوار'' کے مفہوم میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔زمین اور آسمانوں کی تخلیق 6 ادوار میں مکمل ہوئی(سورۃ الاعراف آیت55)۔ایام اللہ کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ان کی غیر معمولی طوالت کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ایک مقام پر ایک دن کی لمبائی ایک ہزار سال کے برابر بیان کی گئی ہے(سورۃ الحج آیت48)۔ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کے ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بیان کی گئی ہے۔فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ(سورۃ المعارج آیت5)۔

ذوقی بات ہے ممکن ہے یہ خیال درست نہ ہو۔نزولِ قرآن کے زمانے میں ملکِ عرب میں مقیم یہود کو شاید ان آیات سے کچھ فکر دامن گیر ہوئی ہو۔اُن نادان مگر خوش فہم یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبیوں، ابراہیمؑ، اسحاقؑ، اور یعقوبؑ کی اولاد ہیں۔لہٰذا اُن کیلئے کوئی محاسبہ اور سزا نہیں ہے۔اگر عالمِ بالا میں پکڑ دھکڑ ہوئی بھی تو اُنہیں چند دن کے اندر ہی ''نجات'' مل جائے گی۔شاید اس سوچ کے حامل افراد کی فہمائش کیلئے فرمایا گیا ہے کہ دھوکے میں نہ رہنا۔اللہ تعالیٰ کا ایک دن بھی بھاری پڑسکتا ہے۔اس کا دورانیہ 1,000 سال بلکہ 50,000 سال بھی ہوسکتا ہے!

ضمناً عرض ہے کہ Big Bang سے قبل نہ تو خلاء کا وجود تھا اور نہ ہی وقت اور اس کا کوئی پیمانہ۔اس تاریخ ساز وقوعہ کے بعد ہی، یہ چیزیں معرضِ وجود میں آئیں اور زندگی کے حُسن کی معرفت اور آگہی ممکن ہو پائی۔

اس طولانی تمہید کو یہاں ختم کر کے اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں۔6 دسمبر 2013 کے اخبار سے یہ ''بُری خبریں'' اخذ کی گئی ہیں۔قرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا 24 گھنٹے والے ''یوم'' سے تعلق ہے۔

پانچ بُری خبریں

یہ خبریں آپ کی نظر سے بھی گزری ہوں گی۔ممکن ہے کہ آپ نے سرسری ساعت یا مطالعہ کے بعد ان پر مزید توجہ مرکوز نہ کی ہو، یا کسی اور دلچسپ خبر نے آپ کے قلب ونظر کو کھینچ لیا ہو یا کسی اور مصروفیت، خوشی یا دُکھڑے نے آپ کے دامنِ خیال کو کسی اور ہیجان سے ہمکنار کردیا ہو۔میں نے آج آپ کی سمع خراشی یا نظر افروزی کی نیت سے ان خبروں کا انتخاب کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیے:

نیلسن مینڈیلا کی وفات

ایک اچھے انسان کی موت، انسانیت کا اجتماعی نقصان ہوتا ہے۔اگرچہ مینڈیلا صاحب پیدائشی مسلمان نہ تھے اور نہ ہی اُنہیں بعد میں اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔عقیدے کے لحاظ سے وہ Methodist مسیحی تھے۔لیکن انہوں نے دانستہ یا نادانستہ طور پر سیرتِ اسلامی کی بعض باتیں اپنا لی تھیں جن کی بعض پیدائشی

مسلمانوں کو بھی توفیق نہیں ملی ہوگی۔ مثلاً عاجزی اور فروتنی، خوش خلقی اور خیر خواہی، تعلیم کے فروغ کیلئے ان تھک کوشش، قیامِ امن کیلئے مخلصانہ جدّ وجہد، ظلم اور تشدّد کا شکار ہونے کے باوجود عفو ودرگزر کا مظاہرہ۔ میں اس آخری پہلو کی کسی قدر وضاحت کی اجازت چاہوں گا۔

افریقی ممالک پر قابض ہونے کے بعد، یورپ کی سامراجی طاقتوں نے وہاں صدیوں سے موجود چیفس اور قبائلی بادشاہوں کا سسٹم برقرار رکھا۔ نیلسن مینڈیلا کا بھی جنوبی افریقہ کی ایک ایسی ہی ''رائل فیملی'' سے تعلق تھا۔ انہوں نے اعلیٰ سکولوں میں تعلیم حاصل کی۔ مشہور یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری لی۔ ایک دور میں باکسنگ کے ''ہیوی ویٹ'' کھلاڑی بھی رہے۔ بعد میں نسلی امتیاز (Apartheid) کی پالیسی کے خلاف سیاسی مزاحمت بھی کی۔ اس بنا پر اُن پر ''بغاوت'' کا مقدمہ چلایا گیا اور 27 سال تک قیدِ بامشقت کاٹنی پڑی۔ قید کا یہ سلسلہ مزید جاری رہتا مگر جنوبی افریقہ کے دُور اندیش سفید فام صدر نے نوشتہء دیوار پڑھ لیا اور مینڈیلا کو رہا کرکے بات چیت کے ذریعے پُر امن بقائے باہمی کی راہ ہموار کی۔ اسی وجہ سے ان دونوں لیڈروں کو 1993ء میں نوبل امن انعام سے نوازا گیا۔ 1994ء میں مینڈیلا 75 سال کی عمر میں جنوبی افریقہ کے صدر بنے اور 80 سال کی عمر میں اس منصب سے ریٹائر ہوئے۔ اس کے بعد وہ 15 سال مزید زندہ رہے اور افریقہ اور دنیا بھر میں امن کیلئے کام کیا۔ ان کا ایک کارنامہ جنوبی افریقہ میں ''اعترافِ حقیقت اور صُلح کمشن'' Truth and Reconciliation Commission کا قیام تھا۔ جس کے سامنے مختلف نسلوں کے سابقہ مخالفوں اور دشمنوں نے اپنے اپنے مظالم اور جرائم کا اعتراف کرکے صلح کرنے کا اعلان کیا۔ اس طرح وہاں اتحاد واتفاق کو پنپنے کا موقعہ ملا۔

اصل بات کا تعلق قید بامشقت سے ہے۔ انہیں سالہا سال تک کھلے آسمان کے نیچے چونے کے پتھر کوٹنے کا کام کرنا پڑا۔ کسی قسم کی حفاظتی عینک کے بغیر۔ غنیمت ہے کہ وہ اندھا ہونے سے بچ گئے۔ لیکن اس خطرناک کام میں اُن کے آنسوؤں کے غدود اور نالیاں بیکار ہوگئیں۔ چُونے کے پتھروں سے اُٹھنے والے گرد وغبار نے اُن سے یہ متاع چھین لی۔ اب وہ رو نہیں سکتے تھے۔ ورنہ رونے کیلئے بہت کچھ تھا۔ انسان آنسو بہا کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں کر سکتے تھے!

پر آفرین ہے ان تلخیوں اور سختیوں کے باوجود، اُنہوں نے عفو ودرگزر راور عالی ظرفی کا راستہ اپنایا۔ اور جنوبی افریقہ کے سیاہ وسفید باشندوں کو متحد کر دیا۔ اُنہیں زندگی میں اور رحلت کے بعد بھی ''افریقہ کا سب سے بڑا لیڈر'' قرار دیا گیا ہے۔ نیویارک ٹائمز نے اُن کی یاد میں، ایک مقالے کا عنوان باندھا ہے ''انہوں نے برّ اعظم افریقہ کو معاف کرنے کا سلیقہ سکھایا'' (اخبار مذکور 6دسمبر2013صفحہA-31)

دنیا بھر کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی موت کو ''عالمی نقصان'' قرار دیا۔ سرکاری طور پر جنازے کی رسوم بڑے اہتمام سے ادا کی گئیں۔ 21 توپوں کی سلامی، طیاروں کا احترامی سلیوٹ، ساٹھ سے زائد عالمی لیڈروں اور سربراہوں کی میموریل سروس میں شمولیت اور ان کی خواہش کے مطابق ان کے بچپن کے گاؤں Qunu میں تدفین۔ اس طرح یہ عظیم انسان دُنیا سے رخصت ہوا۔ اُن کے ذاتی نمونے نے جنوبی افریقہ کے عوام کی سوچ بدل دی۔ براعظم افریقہ کے بعض ممالک، نائیجیریا، روانڈا، ملاوی، سنٹرل افریقن ری پبلک، مصر، کینیا وغیرہ میں مذہبی اور نسلی فسادات اور قتل وغارت کے واقعات بار بار ہوئے مگر جنوبی افریقہ اس قسم کے تشدّد سے محفوظ رہا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کے بعد یہ پُر امن فضا کتنا عرصہ باقی رہتی ہے۔

یمن کی وزارتِ دفاع پر حملہ

یمن ایک عرب اسلامی ملک ہے۔ حضورﷺ کے عہدِ مبارک میں یمن کو حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی توفیق ملی۔ اہلِ یمن کو حضرت علیؓ جیسے بلند پایہ معلّمِ قرآن سے فیضیاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مگر اُسی یمن میں آج القاعدہ جیسی گمراہ اور گمراہ کُن انتہاء پسند تنظیم کے مضبوط گڑھ موجود ہیں۔ اور تخریب کاری کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ القاعدہ نے یمن کے صدر مقام صنعا میں وزارت داخلہ کی عمارت کو دہشت گردی کی واردات کا نشانہ بنایا۔ پہلی ٹیم نے کار بم کے ذریعے عمارت میں داخل ہونے کیلئے راستہ بنایا۔ دوسری ٹیم نے اندر داخل ہوکر قتلِ عام کیا۔ وزارت داخلہ کی عمارت کے اندر ایک ہسپتال بھی تھا۔ اس میں موجود ڈاکٹر، نرسیں، مریض حتّٰی کہ بعض غیر ملکی بھی قتل کر دیئے گئے جن کا تعلق جرمنی، ویت نام، فلپائن اور بھارت سے تھا۔ ان میں سے پانچ کا تعلق میڈیکل پروفیشن سے تھا۔ عمارت پر بھاری حفاظتی جمعیت موجود تھی مگر القاعدہ کے یہ دہشت گرد فوجی وردیوں میں آئے اور دھوکہ دینے میں کامیاب ہوگئے۔

عجیب اتفاق ہے کہ حملہ کے وقت، یمن کے وزیر دفاع بات چیت کیلئے واشنگٹن گئے ہوئے تھے۔ القاعدہ کی اس دہشت گردی میں 52 افراد ہلاک اور 167 زخمی ہوئے۔ پاکستان کی طرح یمن پر بھی امریکی ڈرون حملے ہوتے رہتے ہیں۔ مگر یمنی حکومت ان ڈرون حملوں پر احتجاج نہیں کرتی بلکہ تخریب کاروں کے ہلاک ہونے پر اطمینان کا اظہار کرتی ہے۔ لیکن پاکستان ''خودمختاری'' کی خلاف ورزی کا حوالہ دے کر ''منافقانہ'' احتجاج کرتا رہتا ہے۔ پاکستان امریکی امداد کو ''تبرک'' سمجھ کر قبول کرتا ہے۔ چنانچہ دونوں کام جاری ہیں!!

ایک افریقی ملک کے دارالحکومت میں مسلمانوں کا قتلِ عام

''سنٹرل افریقن ری پبلک''، افریقہ کے وسط میں ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کی آبادی 5 ملین کے لگ بھگ ہے۔ یہ عیسائی اکثریت کا ملک ہے۔ مسلمان اقلیت میں ہیں۔ اس کے دارالحکومت بنگوئی (Bangui) میں مسلّح عیسائی، مسلمانوں کی آبادیوں میں گھس کر حملے کرتے رہے۔ اخباری اطلاع کے مطابق تقریباً 100 مسلمان شہید کردیئے گئے ہیں۔ اتنی ہی تعداد زخمیوں کی ہے۔ مخالف عیسائی، مساجد پر بھی حملے کرکے عمارات کو نقصان پہنچاتے رہے۔

(Austin American Statesman مورخہ 6 دسمبر 2013 صفحہ A-6)

صدر اوبامہ نے ان پُرتشدّد واقعات کی مذمّت کی ہے۔ سنٹرل افریقن ری پبلک، فرانس کی کالونی رہا ہے۔ اب بھی وہاں فرانس کا اثر و رسوخ ہے۔ اقوامِ متحدہ کے کہنے پر امن کی بحالی کیلئے فرانس کے فوجی دستے وہاں پہنچ چکے ہیں۔

افغانستان میں لیڈی پولیس پر قاتلانہ حملے

اُس دن اخبار میں یہ خبر بھی تھی کہ افغانستان کے ایک مغربی صوبے کے صدر مقام میں معصومہ نامی ایک خاتون پولیس اہلکار کو قتل کردیا گیا۔ خبر میں یہ بھی بتایا گیا کہ گزشتہ 6 ماہ میں لیڈی پولیس کے قتل کا چوتھا واقعہ ہے۔ یہ اعداد و شمار اس لئے اہم ہیں کہ اُس صوبے میں صرف 37 خواتین پولیس کے شعبے میں کام کررہی ہیں۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ قاتل موٹر سائیکل پر سوار تھے۔ فائرنگ کرکے موقع سے فرار ہوگئے۔ معصومہ کام پر جانے سے پہلے اپنی بیٹی اور خاندان کی دو بچیوں کو پیدل سکول چھوڑنے کے لئے جارہی تھی۔ سفّاک حملہ آوروں نے ان معصوم بچیوں کو بھی زخمی کردیا۔ جناب فریدہ حمیدی، رکن پارلیمنٹ نے بتایا کہ معصومہ نے کئی بار اُن کے ساتھ بھی ڈیوٹی دی۔ زیادہ تر وہ گورنر ہاؤس میں کام کرتی تھی۔ جب خواتین شکایات اور مسائل گوش گزار کرنے کیلئے گورنر ہاؤس جاتیں تو یہ اُن کی تلاشی لیتی تھی۔ ذرا اس خبر کا تجزیہ کیجئے:

اس خاتون کو دن دہاڑے قتل کردیا گیا، اور وہ بھی رواں دواں آباد سڑک پر، مگر قاتلوں کو پولیس گرفتار کرنے میں ناکام رہی۔ اقوامِ متحدہ کی ایک ترجمان Georgette Gagnon نے اس سانحے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اکثر افغان مرد، خواتین کا محکمہ پولیس سے وابستہ ہونا پسند نہیں کرتے

(نیو یارک ٹائمز 6 دسمبر 2013 صفحہ A.4)

ممکن ہے کہ قاتلوں کا اُن جنونی طالبان سے تعلق ہو جو لڑکیوں کی تعلیم کے خلاف ہیں اور طالبات کے سکولوں کو تباہ کرنا ایک مقدس ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ ان طالبان کو صرف دو اسلامی شعار، دستار اور داڑھی سے دلچسپی ہے۔ حضور ﷺ نے خواتین کی ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی فرمائی۔ انہیں حقوق عطا فرمائے۔ نمازوں میں خواتین کی امامت کا فریضہ سونپا، خواتین کو جنگوں میں مرہم پٹی اور پانی پلانے کی خدمت کے مواقع فراہم کئے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے طَلَبُ الْعِلْمِ فریضۃٌ علیٰ کُلِّ مسلمٍ وَّ مسلمۃٍ۔ اس کی رُو سے حصولِ علم لڑکیوں اور خواتین کیلئے بھی فریضہ قرار دیا۔

حضورؐ نے ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت کی نشان دہی فرمائی۔ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کو مسجد نبوی میں حبشیوں کے کرتب دکھا کر خواتین کیلئے تفریح کی سہولت کو جواز بخشا۔ بعض نکات اور بھی ہیں۔ اگرچہ یہ سب شریعتِ محمدیؐ کا حصہ ہیں مگر طالبان کی خودساختہ ''شریعت'' سے خارج ہیں!

خطرناک امراض کے خلاف نسبتاً کمزور مالی جہاد

پانچویں بُری خبر کا تعلق تین خطرناک جان لیوا امراض، ایڈز (AIDS)، تپ دق اور ملیریا سے ہے۔ دُنیا کے غریب علاقوں میں ہر سال ہزاروں افراد ان امراض کے ہاتھوں مرتے ہیں۔ ان بیماریوں کی روک تھام کیلئے ایک گلوبل فنڈ قائم ہے جو ضروریات کے مقابلے میں کم ہے۔ بتایا گیا ہے کہ اگلے تین سالوں کے اخراجات کیلئے 15 بلین ڈالر کی ضرورت پڑے گی مگر صرف 12 بلین ڈالر کے وعدے کئے

گئے ہیں۔بعض ممالک اور ادارے ابھی تک مدد کیلئے آگے نہیں آئے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے اس کارِ خیر کیلئے سب سے زیادہ عطیہ دینے والے ملک کا اعزاز امریکہ کو حاصل ہے۔حال ہی میں واشنگٹن میں اس حوالے سے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی ہے جس میں صدر باراک اوباما نے اس عہد کا اعادہ کیا ہے کہ اس فنڈ میں دیئے جانے والے ہر 2ڈالر کیلئے امریکہ ایک ڈالر عطیہ کرے گا امریکہ نے اس مقصد کیلئے 5بلین ڈالر مختص کئے ہیں۔مگر یہ رقم اس صورت میں دی جائے گی جب دوسرے ممالک 10 بلین ڈالر دیں گے دوسرے ممالک نے سر دست صرف 8بلین ڈالر کا وعدہ کیا ہے۔ امریکہ کے بعد، جاپان، آسٹریلیا، فرانس، جرمنی، سویڈن، ناروے، کینیڈا اور برطانیہ اس مدّ کیلئے بڑھ چڑھ کر رقوم دینے والے ممالک ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے لینے والے ہاتھ کی نسبت کارِخیر کیلئے دینے والے ہاتھ' یدِ علیا' کی تعریف فرمائی ہے۔کاش حضورؐ کے نام لیواؤں کے ممالک کے نام یدِ علیا ممالک کی فہرست میں ہوتے!

بعض تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک اگر چاہیں تو یہ مقام بآسانی حاصل کر سکتے ہیں مگر وہ اونچے اونچے بُرج بنانے کی دوڑ میں جتے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ سے ایک مرتبہ قُربِ قیامت کی علامات کے بارے میں سوال کیا گیا۔فرمایا جب ننگے پاؤں پھرنے والے بلند و بالا عمارتیں بنانے لگیں تو سمجھو کہ ساعت قریب ہے!

تیل کی دولت (بلیک گولڈ) کی فراوانی سے قبل بدوّ حضرات کو جُوتا بھی بمشکل فراہم ہوتا تھا۔

حرفِ آخر

بعض بُری خبریں تو اور بھی ہیں بلکہ ہر روز آتی رہتی ہیں۔اس صورتِ حال میں حضرت نبی کریم ﷺ کی تعلیم فرمائی ہوئی دعائیں ہی سکینت اور عافیت کا حصار فراہم کرتی ہیں۔

حصولِ عافیت کی دعاؤں کے ساتھ نیت اور خواہش بھی یہی ہونی چاہیئے کہ انسان عملاً دوسروں کیلئے ایصالِ خیر کے مواقع تلاش کرتا رہے۔آسانیاں پیدا کرے اور آسانیاں بانٹتا رہے۔ ہمسایوں، عزیزوں، دوستوں، ملنے والوں، بلکہ جاننے والوں اور نہ جاننے والوں سب کو نفس کے شرّ اور فتور سے محفوظ رکھنے کا عزم کرے اور ہر روز سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ اس عزم کی تجدید کرے اور اس میں کامیاب ہونے پر، غروبِ آفتاب کے وقت شکر بجالائے کہ میں نے آج کسی انسان بلکہ کسی چرند، پرند کو بھی، دُکھ نہیں پہنچایا۔حال ہی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت سید قاضی غلام حسین صاحبؓ بھیروی (برادر حضرت قاضی سید امیر حسین صاحبؓ) کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے بہت سے اخلاقی سبق اخذ کئے۔ایک سبق یہ سیکھا ہے کہ بیمار انسانوں کی شفایابی کیلئے دعا کرتے وقت، بیمار مویشیوں، پرندوں اور دیگر جانوروں کو بھی دعائے صحت میں یاد رکھنا چاہیئے۔ یہ خوبی حضرت قاضی صاحب مرحوم میں پائی جاتی تھی۔

ایک لمحہ کیلئے یہاں توقف فرمایئے۔ایک شخص جو صدقِ دل سے ربّ کریم سے اپنی خیریت و عافیت کا طالب ہے وہ کس طرح دوسروں کیلئے شرّ کا باعث بن سکتا ہے؟ جو خود امن کا خواہاں ہے وہ دوسروں کے امن و سکون کو غارت کرنے کیلئے کس طرح متحرک ہوسکتا ہے؟ جو محسنِ حقیقی سے اپنے ایمان کی عافیت کی التجا کر رہا ہے وہ اپنے بدنمونے سے دوسروں کیلئے ٹھوکر کا باعث بننا کس طرح گوارا کرسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا ہی خاکسار، بےضرر اور نافع الناس وجود بننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جماعت احمدیہ امریکہ کا پینسٹھواں (65واں) جلسہ سالانہ

رپورٹ مرتبہ سید شمشاد احمد ناصر مبلغ سلسلہ لاس اینجلس امریکہ

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے جماعت احمدیہ امریکہ کا پینسٹھواں جلسہ سالانہ 28 تا 30 جون 2013ء پنسلوینیا سٹیٹ کے شہر (HARRISBURG) کے ایک وسیع وعریض FARM SHOW COMPLEX میں منعقد ہوا۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت کی غرض سے احباب جماعت لمبے فاصلے طے کر کے بھی تشریف لائے۔ دور نزدیک سے آنے والوں کی تعداد ماشاء اللہ ساڑھے چھ ہزار تک پہنچی۔ اگر چہ امسال بہت خدشہ تھا کہ کم تعداد میں لوگوں کی شمولیت ہو گی مگر مسیح محمدی کے یہ پروانے ہر تکلیف اور روک کو دور کر کے اپنے ایمانوں کیلئے جلا اور تازگی حاصل کرنے محبت و اخوت کا مظاہرہ نیز اپنے از دیادِ ایمان اور اپنے گزرے ہوئے بھائیوں کے لئے دعا کرنے اور یقین و معرفت حاصل کرنے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنے تہجد اور پانچوں نمازوں کی باجماعت ادائیگی اور علماء کرام و بزرگان اور مہمانانِ گرامی کی تقاریر سننے کے لئے پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید ایمان و ایقان عطاء فرمائے اور تقویٰ میں مزید آگے بڑھائے۔ اور وہ سب دعائیں ان کے حق میں قبول فرمائے جو جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے کیں۔ اور خدا کرے کہ سب ہی ان دعاؤں کے وارث بن جائیں۔ آمین۔

جلسہ کے انتظامات

جیسا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی روایت ہے اور ماشاء اللہ جماعت کا ہر فرد اب تربیت حاصل کر چکا ہے جس کا حضور انور بھی متعدد مرتبہ ذکر فرما چکے ہیں۔ جلسے کے دو اہم کام ہوتے ہیں۔ باقی سارے کام انہی دو کاموں کے گرد گھومتے ہیں۔ ایک یہ کہ جلسہ کے پروگرام یعنی تقاریر بہت عمدہ ہوں جو سننے والوں پر خاص اثر پیدا کریں۔ اور دوسرے مہمانوں کے لئے ہر قسم کی سہولت میسر کی گئی ہو۔

ان امور کے لئے مکرم محترم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب، امیر امریکہ نے جلسہ سے کئی ماہ پہلے ہی 3 افسران کا تقرر کر دیا تھا۔ افسر جلسہ سالانہ مکرم وسیم حیدر صاحب، افسر جلسہ گاہ مکرم مرزا نصیر احسان صاحب، افسر خدمت خلق صدر خدام الاحمدیہ ڈاکٹر رانا بلال احمد صاحب تھے۔

پھر ہر سہ افسران نے اپنے نائبین اور ناظمین مقرر کئے۔ محترم امیر صاحب نے جلسہ سے قبل افسران اور نائب افسران کے ساتھ متعدد میٹنگز بھی کیں اور جلسہ کے انتظامات کا جائزہ لیا جاتا رہا۔ ہر افسر نے بھی اپنے اپنے نائبین اور ناظمین کے ساتھ متعدد مرتبہ میٹنگز کیں۔ محترم امیر صاحب کے کاموں میں مکرم ظہیر احمد باجوہ صاحب نیشنل جنرل سیکرٹری صاحب معاونت کرتے رہے۔

نماز تہجد اور پانچوں نمازیں باجماعت

قرآنی ارشادات اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ میں احمدیہ جماعت کے ممبران جب بھی اکٹھے ہو کر کوئی جلسہ یا اجتماع کرتے ہیں تو ایک خاص اور اہم بات ان کے پروگراموں کی نماز تہجد باجماعت اور پانچوں نمازوں کے باجماعت قیام کا اہتمام ہوتا ہے کیونکہ بانی جماعت احمدیہ نے یہی فرمایا ہے کہ (ہمارے جلسے کوئی دنیاوی میلے نہیں ہیں) کوئی اجتماع ہو اور نماز باجماعت نہ پڑھی جائے یا نماز تہجد باجماعت ادا نہ کی جائے یہ ناممکن ہے۔

چنانچہ ہر روز نماز تہجد اور نماز فجر باجماعت ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث کا درس بھی دیا جاتا رہا۔ پہلے دن نماز تہجد ہمارے نائجیرین بھائی مکرم مبارک احمد صاحب نے بڑی خوش الحانی کے ساتھ پڑھائی اور دوسرے دن عزیزم زین العابدین صاحب آف بالٹی مور نے پڑھائی، مکرم مولانا سلمان طارق صاحب نے درس الحدیث دیا اور مکرم مولانا نعمان صاحب نے درس القرآن دیا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ

حضور انور انہی دنوں میں جبکہ امریکہ میں جلسہ ہو رہا تھا جرمنی کے جلسہ میں رونق افروز تھے اور آپ نے جرمنی سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جماعت احمدیہ امریکہ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں جلسہ امریکہ کے انعقاد اور دعا کا بھی اعلان فرمایا۔ حضور نے فرمایا

''دنیا کے بعض اور ممالک خاص طور پر امریکہ اور کبابیر وغیرہ کے بھی جلسے ان دنوں میں ہو رہے ہیں کیونکہ ان کے امراء نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ انہی دنوں میں ہمارا بھی جلسہ ہو رہا ہے اس لئے ہمارا بھی ذکر کر دیا جائے، اس وقت امریکہ میں تو بہت صبح ہوگی۔۔۔امریکہ کا جمعہ تو اس وقت شاید پانچ یا چھ گھنٹے کے بعد شروع ہوگا تاہم آخری دن یعنی اتوار کو ان کے اختتام کا وقت بھی تقریباً یہی ہے جب یہاں انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ کا اختتام ہو رہا ہوگا۔ تو اس لحاظ سے وہ بھی جلسہ کے اختتامی خطاب اور دعا میں شامل ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔''

حضور نے مزید فرمایا:

''ایک ہی دنوں میں مختلف ممالک کے جلسوں کا انعقاد اس لحاظ سے فائدہ مند بھی ہو جاتا ہے کہ لائیو (Live) خطبات سے مختلف ممالک کے لوگ جو اپنے ملکوں کے جلسوں کے لئے جمع ہوتے ہیں استفادہ کر لیتے ہیں۔ ان میں شامل ہو جاتے ہیں اور جماعت کی ایک بڑی تعداد تک خلیفہ وقت کی بات پہنچ جاتی ہے۔ بے شک دنیا میں جماعت کا ایک خاصہ حصہ جلسوں کے لائیو پروگرام کو سنتا ہے لیکن پھر بھی میرے اندازے کے مطابق ایک بڑی تعداد ہے جو نہیں سن رہی ہوتی پس جیسا کہ میں نے کہا امریکہ والے یا بعض اور جگہوں کے احمدی جن کے ہاں ان دنوں میں جلسے ہو رہے ہیں آخری دن کے جلسے میں شامل ہو جائیں گے''۔

ہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جیسا کہ ہمارے امام نے اپنے خطبہ میں فرمایا خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت امریکہ کی ایک خاصی تعداد نے لائیو خطبہ سنا اور جلسہ گاہ میں بھی اس خطبہ کو دوبارہ سنایا گیا۔ اور پھر جلسہ کے آخری دن خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام حاضرین جلسہ نے ہمہ تن گوش ہو کر حضور کا خطاب بھی سنا اور حضور کے ساتھ دعا میں بھی شامل ہوئے۔ الحمدللہ۔

اسی خطبہ میں حضور انور نے حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی ایک دعا کا ذکر بھی فرمایا۔ میں یہ دعا آپؑ ہی کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔

حضور انور نے فرمایا: حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت کے لئے ایک دعا میں فرماتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اٹھاوے اور باہمی سچی محبت عطاء کرے'' (شھادۃ القرآن روحانی خزائن جلد نمبر 6 صفحہ 398) بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان (29 اگست 2013)

معائنہ جلسہ گاہ

27 جون کی شام کو مکرم محترم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ نے جلسہ گاہ میں تشریف لا کر جلسہ گاہ کا معائنہ کیا اور تمام افسران، نائب افسران، ناظمین و معاونین کو ایڈریس کیا آپ نے اپنے خطاب میں تمام موجود احباب کو جلسہ سالانہ کی روایات کو قائم رکھنے، مہمانوں کی بھرپور ضیافت و اکرام کی طرف توجہ دلائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ کے بعض ضروری امور کی طرف توجہ دلائی۔

آپ کی آمد اور معائنہ جلسہ گاہ اور انتظامات سے جلسہ کے کاموں میں مزید بہتری اور وسعت پیدا ہوئی۔ تمام کارکنان گزشتہ دو دن سے یہاں مصروف عمل تھے اور اس جگہ کو جھنڈیوں اور بینرز سے سجایا گیا تھا جن میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام کے تربیتی امور پر چھوٹے چھوٹے فقرات درج تھے۔

لوائے احمدیت

اگلے روز مورخہ 28 جون 2013ء کو نماز جمعہ سے قبل محترم امیر صاحب نے قریباً ایک بج کر پینتالیس منٹ پر دوپہر کو لوائے احمدیت لہرایا۔ اور دعا کرائی۔

نماز جمعہ و نماز عصر

لوائے احمدیت کی تقریب کے فوراً بعد مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب نائب امیر و مشنری انچارج امریکہ نے خطبہ جمعہ کے بعد نماز ظہر و عصر جمع کرا کر پڑھائیں۔

جلسہ کا پہلا سیشن

28 جون کی سہ پہر جلسہ سالانہ امریکہ کا پہلا سیشن مکرم ڈاکٹر

احسان اللہ ظفر صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت و نظم اور ان کے ترجمہ کے بعد مکرم امیر صاحب نے افتتاحی خطاب کیا جس میں آپ نے تمام حاضرین جلسہ کو خوش آمدید کہا اور انہیں حضرت مسیح موعودؑ کے ان اغراض و مقاصدِ جلسہ کی طرف توجہ دلائی جب آپ نے جلسہ کا آغاز فرمایا تھا کہ ان کے اخلاق اور روحانیت میں ترقی ہو اور تا وہ جلسہ میں شامل ہو کر ان برکات سے وافر حصہ لیں جو اللہ تعالیٰ نے جلسہ کے لئے مقدر کر رکھی ہیں۔

مکرم امیر صاحب نے تمام حاضرین کو جلسہ کے تمام پروگرام میں شامل ہونے اور تمام تقاریر کو سننے کی طرف توجہ دلا کو حضرت سیدنا و امامنا مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پیغام کو بھی پڑھ کر سنایا۔ جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ کے کامیابی کے ساتھ منعقد ہو جانے کی دعا دی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کو بھی جو جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد اور دعا پر مشتمل تھی بیان کیا جس میں آپس میں محبت و اخوت اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنے اور تمام مقررین کو توجہ سے سننے کی ہدایت و تلقین فرمائی تھی۔

حضور نے اپنے پیغام میں حضرت مسیح موعودؑ کے حوالہ سے تقویٰ اپنانے، خدمت انسانیت اور پانچ وقت کی نمازیں با جماعت اور با قاعدگی سے ادا کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی تھی۔ حضور نے یہ بھی یاد دہانی کرائی تھی کہ جماعت کے دوست اور احباب و خواتین حضور کے خطبات بھی با قاعدگی سے سنا کریں۔

محترم امیر صاحب نے حضور کا پیغام سنانے کے بعد حضور کی اس خواہش کا بھی ذکر کیا کہ احباب دعوت الی اللہ میں بھی آگے بڑھیں اور خصوصاً سپینش بولنے والوں میں احمدیت کے نفوذ کی کوشش کریں۔ محترم امیر صاحب نے اس کے بعد دعا کرائی۔

اس کے بعد آپ نے ایک سپینش نو احمدی Mr. Usman Osvaldo کو تقریر کرنے کے لئے بلایا انہوں نے سپینش میں تقریر کی کہ اسلام واحمدیت کو قبول کرنے کے بعد میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھا ہے اور کثیر تعداد میں لوگوں کو جلسہ میں دیکھ کر ان کا ایمان مزید مضبوط ہوا ہے انہوں نے احباب سے دعا کی بھی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بھی عطاء کرے نیز سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کی توفیق دے تا کہ ہم خدمت انسانیت کے ساتھ ساتھ آپ کا پیغام بھی سب تک پہنچا سکیں۔

جلسہ کی پہلی تقریر خاکسار سید شمشاد احمد ناصر مربی سلسلہ لاس اینجلس کی تھی تقریر کا عنوان تھا ''نماز با جماعت ہماری پہچان'' خاکسار نے سورۃ الفتح کی آخری آیت نمبر 30 کا ایک حصہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا انہیں شرک سے پاک اور اللہ کا مطیع پائے گا وہ اللہ کے فضل اور رضا کی جستجو میں رہتے ہیں ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان کے ذریعہ موجود ہے۔ یہ ان کی حالت تورات میں بیان ہوئی ہے''

خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ اقتباس بھی سنایا جس میں آپ فرماتے ہیں کہ:

''سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنج وقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 48)

خاکسار نے قرآن کریم کی متعدد آیات سے نماز کی اہمیت واضح کی اور قرآن کریم میں بیان کردہ انبیاء کرامؑ کے نمونے بیان کئے۔ اور احادیث نبویہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز کی اہمیت و برکات بتائی ہیں ان کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ نماز نہ پڑھنے والوں کے لئے انذار کو بھی بیان کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے جلسہ سالانہ کی تقاریر سے نماز کی اہمیت اور خصوصاً خدام و لجنہ و انصار کو اس سلسلہ میں اپنی کوششوں کو تیز کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نمازوں کے بارے میں بار بار یاد دہانی، اور آپ کی قبولیت دعا کا ایک واقعہ بھی بیان کیا۔ آخر میں خاکسار نے حضرت مصلح موعودؓ کی سیر روحانی سے ایک اقتباس نماز کے بارے میں پیش کیا حضور نے آذان کے مفہوم کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

''مگر افسوس! کہ اس نوبت خانہ کو آخر مسلمانوں نے خاموش کر دیا یہ نوبت خانہ حکومت کی آواز کی جگہ چند مرثیہ خوانوں کی آواز بن کر رہ گیا اور اس نوبت کے بجنے پر جو سپاہی جمع ہوا کرتے تھے وہ کروڑوں سے دسیوں پر آ گئے اور ان میں

سے بھی ننانوے فیصدی صرف رسماً اُٹھک بیٹھک کر کے چلے جاتے ہیں ۔تب اس نوبت خانہ کی آواز کا رعب جاتا رہا۔ اسلام کا سایہ کھنچنے لگ گیا۔ خدا کی حکومت پھر آسمان پر چلی گئی اور دنیا پھر شیطان کے قبضہ میں آگئی۔

اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو! ہاں تم کو! ہاں تم کو! خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو ! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو ! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو ! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں، ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرناء میں بھر دو، ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرناء میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہوجائے'' (سیر روحانی صفحہ 620)

اس اجلاس کے دوسرے مقرر مکرم فلاح الدین شمس صاحب تھے، آپ کی تقریر کا عنوان تھا'' اِنیّ معک یا مسرور '' آپ نے متعدد مثالوں سے ثابت کیا کہ جس طرح شروع اسلام سے ہی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت آنحضرت ﷺ کے شامل حال تھی جیسا کہ جب غار ثور میں پناہ لینے کے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ واقعۃً اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی۔ اسی طرح خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی مسلمین نے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا عینی مشاہدہ کیا ہے۔

اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو یہ الہاماً فرمایا کہ ''اے مسرور میں تیرے ساتھ ہوں''۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی اور آپ کے خلفاء کی ساری زندگی اور جماعت احمدیہ کے افراد نے یہ مشاہدہ کیا کہ خدا تعالیٰ نے باوجود شدید ترین مخالفتوں کے طوفانوں کے ہمیشہ نصرت و مدد فرمائی۔

آپ کی تقریر کے بعد تیسرے مقرر مکرم سید وسیم احمد صاحب نیشنل سیکریٹری وقف جدید تھے ۔ آپ کی تقریر کا عنوان تھا I shall give you a large party of Islam آپ نے اس سلسلہ میں قرآنی آیات پڑھیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ میں اسلام کی اشاعت اور غلبہ کا ذکر فرمایا کہ اس زمانے میں حضرت امام مہدی کے ماننے والے اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر اس کام میں جتے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ایم ٹی اے کے ذریعہ بھی اس کام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کا احسن انتظام کر دیا ہے۔ آپ نے اپنی تقریر میں احباب جماعت کو یہ یاددہانی بھی کرائی کہ جب ہم نے 2008ء میں خلافت جوبلی منائی تھی تو یہ عہد کیا تھا کہ ہم اسلام و احمدیت کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے خلافت کے سائے میں پوری جدوجہد کرتے رہیں گے۔ نیز خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے جماعت احمدیہ کے پیغام کو دنیا کے 200 سے زائد ممالک تک پہنچا دیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک، اور اسی طرح یہ پیشگوئی کہ I shall give you a large party of Islam، خدا تعالیٰ نے ایسی جماعت عطا کی ہے جو اپنا تن من دھن اس راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

اس تقریر پر آج کا یہ سیشن اختتام پذیر ہوا۔

دوسرے دن کا پہلا اجلاس

29 جون 2013ء ہفتہ کے دن پہلا اجلاس مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب امیر جماعت امریکہ کی زیر صدارت شروع ہوا۔ تلاوت و نظم اور ان کے ترجمہ کے بعد پہلی تقریر مکرم رضوان حمید خان صاحب مربی سلسلہ ہیڈ کوارٹر کی تھی، آپ کی تقریر کا عنوان تھا'' حیا و عفت صرف عورتوں کے لئے ہی نہیں''۔ محترم امیر صاحب نے اس تقریر کی اہمیت کو بھی واضح کر دیا۔ محترم مربی صاحب نے بتایا کہ عام طور پر یہی خیال پایا جاتا ہے کہ عفت، پاکدامنی، اور حیا کو اختیار کرنا صرف خواتین کے لئے ہے جبکہ اسلامی تعلیم میں ایسا نہیں ہے۔ ان اخلاق کا ہر دو یعنی مرد و عورت میں پایا جانا ضروری ہے اور یہی اسلامی تعلیم ہے۔ آپ نے اسکی مزید تفصیلات بیان کیں اور موجودہ معاشرے میں جو برائیاں پائی جاتی ہیں ان کی نشاندہی کرتے ہوئے مرد کو عورت کی مشابہت اختیار کرنے اور عورت کو مرد کی مشابہت اختیار کرنے سے بھی حدیث رسولؐ کی روشنی میں منع کیا۔

دوسری تقریر ایک اور نوجوان جو کہ امریکہ کے خدام الاحمدیہ کے صدر ہیں مکرم ڈاکٹر رانا بلال صاحب کی تھی آپ کی تقریر'' نشہ آور چیزوں کی ممانعت کے بارے میں اسلامی ہدایات'' پر تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس وقت نوجوان مغربی معاشرہ میں ڈرگز یعنی نشہ آور چیزوں کا بہت استعمال کرنے لگ گئے ہیں اسی طرح نوجوانوں کے خیالات کو بہکانے کے لئے Pornography معاشرہ میں جڑیں پکڑ رہی ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو توحید کی

طرف دعوت دی مگر وہ بچھڑے کی پرستش کرنے لگ گئے اور یہی ان کو مرغوب دکھائی دینے لگی۔

بانی جماعت احمدیہ نے آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں کو توحید اور عبادت الٰہی کی طرف بلایا ہے۔ آپ نے والدین کو بھی اس بات کی یاددہانی کرائی کہ وہ بچوں کی تربیت ان کی پیدائش سے ہی شروع کریں اور ان کے دل میں خدا تعالیٰ، قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی محبت پیدا کریں تا کہ وہ بڑے ہو کر اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔

انکے بعد مکرم جلال لطیف صاحب کی تقریر تھی۔ آپ کی تقریر کا عنوان " Raising a Righteous Generation, A Father's Role" تھا یعنی تربیت اولاد کہ وہ متقی ہو۔ اس ضمن میں باپ کا کیا رول اور کردار ہونا چاہئے۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضرت ابراہیمؑ کی مثال کو بیان کیا کہ انہوں نے کس طرح حضرت اسماعیلؑ کی تربیت کی اور پھر حضرت اسماعیلؑ نے کس طرح آگے اپنی اولاد کی تربیت کی کہ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ قیامت تک محفوظ کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دیتے تھے۔

اسی طریق پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بچے کی پیدائش پر اس کے کانوں میں اذان واقامت دینی چاہئے۔ آپ نے والدین کے لئے بچوں کی تربیت کے اصول بیان کئے ۔ اور سب سے بڑا نکتہ یہ بتایا کہ بچوں کی تربیت شروع ہی سے ان کے بچپن سے ہی کی جائے اور دعاؤں پر زور دیا جائے جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات میں بیان کیا ہے۔ آپ نے والدین کو یہ بھی خاص تاکید کی کہ وہ بچوں کو مساجد میں نماز باجماعت کے لئے بھی لایا کریں تاکہ ان کے اندر نماز اور مسجد کی محبت بھی پیدا ہو۔ اور یہی دراصل ان کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے۔

ان کے بعد مکرم مولانا اظہر حنیف صاحب نائب امیر امریکہ اور مربی سلسلہ کی تقریر تھی آپ کی تقریر کا عنوان تھا۔ ''نوجوان صحابہ جنھوں نے اپنی جوانی میں خدا کو پایا''۔ آپ نے بتایا کہ نوجوان کا سوسائیٹی میں ایک بہت بڑا کردار اور رول ہے کیونکہ قوموں کا مستقبل نوجوانوں پر منحصر ہے اور جماعت احمدیہ چونکہ ایک روحانی جماعت ہے اس لئے اس کے نوجوانوں کو صحابہ کرام کے اسوہ کو اپنانا چاہئے۔ آپ نے حضرت علیؓ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ جب انہوں نے اسلام قبول کیا آپ کی عمر صرف 10 سال تھی لیکن اسلام کی تعلیمات پر وہ مکمل طور پر کاربند تھے اس لئے نوجوانوں کو چاہئے کہ انکی مثال کو پکڑیں کہ کبھی بھی کسی حکم سے روگردانی نہ کریں بلکہ اطاعت کا اعلیٰ جذبہ دکھائیں۔ اسی طرح اس زمانے میں حضرت مصلح موعودؓ نے بھی 19 سال کی عمر میں ایک عہد باندھا تھا جو کہ انہوں نے اپنی ساری عمر اس عہد کو نبھانے میں گزاری اور ایک زندہ مثال ہمارے لئے چھوڑ گئے۔

انہوں نے تمام نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس جلسہ میں عہد کریں کہ اسلام واحمدیت کے لئے جہاں ہر قسم کی قربانی کریں وہاں اللہ تعالیٰ سے بھی اپنا مضبوط تعلق قائم کریں کہ اسی غرض کے لئے اس زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے ہیں۔

محترم مولانا اظہر حنیف صاحب کی تقریر کے بعد امیر صاحب امریکہ نے انصار اللہ یو ایس اے اور خدام الاحمدیہ میں اوّل آنے والی مجالس کو علم انعامی دیئے۔ اور تعلیمی ایوارڈ واسناد بھی تقسیم کی گئیں۔

دوسرے دن کا دوسرا سیشن

یہ سیشن بھی مکرم امیر صاحب جماعت امریکہ ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب کی زیر صدارت تلاوت و نظم سے شروع ہوا۔ اس سیشن کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں غیر مسلم اور غیر از جماعت مہمانان کرام کو بھی بلایا گیا تھا۔ چنانچہ اس موقعہ پر مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب مشنری انچارج امریکہ نے ''آنحضرت ﷺ امن کے پیغامبر'' کے عنوان پر تقریر کی۔

آپ نے بتایا کہ مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں تو السلام علیکم کہتے ہیں ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک صفت 'السلام' ہے جو امن کو پیدا کرتا ہے۔ امن مہیا کرتا ہے، آپ نے یہ نکتہ بیان کیا کہ دراصل آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ ساری ہی قرآنی تعلیمات پر مبنی تھی۔ اس لئے جماعت احمدیہ کا یہ نقطہ نظر ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کو امن پسندی سے ساری دنیا میں پھیلائیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام مذاہب کے بانیان اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نجات کے بارے میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ نجات اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔

آپ نے صحابہ کی ہجرت حبشہ کا بھی ذکر کیا اور وہاں کے شاہ نجاشی کی فیاضی اور مسلمانوں کو امن دینے کے بارے میں بھی بتلایا۔ آپ نے آنحضرت ﷺ کی جنگوں کے بارے میں بیان کیا کہ وہ سب دفاعی تھیں جارحانہ نہ تھیں۔ آپؐ نے

مدینہ میں رہنے والوں کو سب کو یکساں طور پر امن کا چارٹر مہیا کیا۔ ان تمام امور کا جب گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو دیانتدارانہ رائے یہی بنتی ہے کہ آنحضرت ﷺ امن کے پیغامبر تھے۔

جیسا کہ خاکسار نے بیان کیا ہے کہ اس سیشن میں غیر مسلم اور غیر از جماعت مہمانان کرام بھی تشریف فرما تھے چنانچہ محترم امیر صاحب نے امجد محمود خان صاحب نیشنل سیکریٹری امور خارجہ کو دعوت دی کہ وہ مہمانان کا تعارف کرائیں۔ چنانچہ اس موقع پر درج ذیل مہمانوں نے خطاب کیا۔

پہلے مہمان مقرر MR. CHARLES W DENT تھے آپ PA سٹیٹ کے کانگرس مین ہیں۔ آپ نے سب کو خوش آمدید کہا اور جماعت کی مساعی کو سراہا کہ آپ کی جماعت امن وانصاف کے پرچار کرنے میں جس طرح کام کر رہی ہے وہ ایک مثال ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ جماعت احمدیہ کی ''برداشت'' کی پالیسی بھی بہت زبردست ہے۔

دوسری مقرر ہیرس برگ کی MAYOR محترمہ LINDA THOMPSON تھیں۔ انہوں نے بھی حاضرین جلسہ کو خوش آمدید کہا انہوں نے کہا کہ یہ میرا تیسرا موقعہ ہے کہ میں آپ کے جلسہ میں شامل ہورہی ہوں۔ انہوں نے گزشتہ سال حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کے بھی جلسہ سالانہ میں آمد کا محبت کے ساتھ ذکر کیا کہ وہ بھی دنیا میں امن اور آزادی کے علمبردار ہیں۔ نیز دہشت گردی کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔

تیسرے مقرر MR ERIC TREENE تھے آپ ڈیپارٹمنٹ آف جسٹس اینڈ سول رائیٹس کے عہدے پر فائز ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جماعت کی ایک یہ بھی خوبی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر 4 جولائی کو یوم آزادی کی تقریب بھی مناتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ میں مکمل مذہبی آزادی ہے یہی وجہ ہے کہ لاکھوں لوگ اپنے ملکوں کو چھوڑ کر یہاں آ کر آباد ہوتے ہیں۔ مکرم امجد محمود خان صاحب نے اس کے بعد اعلان کیا کہ جماعت احمدیہ ہر سال Humanitarian Award دیتی ہے اس سال یہ ایوارڈ دو آدمیوں کو دینے کا اعلان کرتی ہے۔ پہلے شخص کانگرس مین Mr. FRANK WOLF OF VIRGINIA اور دوسرے DR. KATRINA SWETT آپ انٹرنیشنل مذہبی آزادی کمیشن کی صدارت کرتی ہیں۔ اس کے بعد اگلے مہمان سپیکر MR. ASAD AHMAD تھے۔ آپ ایک مورخ اور Berkeley یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

انہوں نے بہت اچھی بات کہی کہ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں میں آپس میں بہت ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ مگر اس دور میں یہ مفقود ہے۔ آپ کی تقریر کے بعد MR. LINCOLN STEED جو کہ SDA چرچ کے عالمی سطح پر لبرٹی کے ایڈیٹر اور مذہبی آزادی کے پبلک آفیسرز کے نمائندہ ہیں۔ انہیں خاکسار نے جلسہ پر آنے کی دعوت دی تھی۔ اس سے قبل انہوں نے اپنے لبرٹی میگزین میں خاکسار کے تین مضمون بھی شائع کیے تھے۔ نیز اپنے ٹی وی چینل کے لئے خاکسار کے 6 انٹرویوز بھی ریکارڈ کیئے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس وقت مسلمانوں اور عیسائیوں اور دیگر مذاہب میں آپس میں بڑی کشمکش پائی جاتی ہے اور یہ ایک دوسرے کے خلاف کارروائی کرتے رہتے ہیں جو کہ درست بات نہیں ہے۔ آپس میں پیار ومحبت سے رہنے کے لئے مذہبی آزادی کا ہونا بہت ضروری ہے۔

اس سیشن کے مہمانان کرام میں آخری تقریر محترمہ KECIA ALI کی تھی۔ یہ باسٹن یونیورسٹی میں اسلامک سٹڈیز کی پروفیسر ہیں۔ انہوں نے اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان کیا کہ وہ گیانا میں اپنے خاوند کے ساتھ گئیں اور نماز پڑھنے کے لئے جب ایک مسجد میں گئیں تو انہیں وہاں مسجد میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ اس کے بعد وہ ایک اور مسجد میں گئیں تو انہوں نے مجھے مسجد کے اندر نماز جمعہ کے لئے آنے دیا اور وہ احمدیہ مسجد تھی۔ یہ احمدیہ مسلم کمیونٹی کے ساتھ ان کا پہلا تعارف تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ باہمی افہام وتفہیم کے لئے آپس کے اختلافات کو بھلانا ہوگا اسی طرح ترقی کرنے کے لئے بھی یہ ضروری ہے، فرقہ وارانہ اختلافات سے اجتناب ضروری ہوگا۔

اس کے بعد محترم امیر صاحب نے تمام مہمانان کرام کا شکریہ ادا کیا اور سب کو ڈنر کے لئے مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر بھی بعض مہمانوں نے جلسہ سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور جماعت کی خدمات کو سراہا۔ الحمدللہ

30 جون بروز اتوار کا آخری سیشن

آج جلسہ کا آخری دن تھا، مکرم امیر صاحب امریکہ کی صدارت میں جلسہ 10 بجے شروع ہوا۔ تلاوت ونظم اور ترجمہ کے بعد محترم امیر صاحب نے مختصر سی نصیحت میں جماعت کو دعاؤں کی طرف توجہ دلائی اور آپ نے خصوصیت

کے ساتھ جماعت کے کارکنان، رضا کاروں، مبلغین اور واقفین زندگی کو دعاؤں میں یاد رکھنے کی تلقین کی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تبلیغی مساعی کو بھی تیز کرنے کی طرف یاددہانی کرائی۔

آپ کی نصائح کے بعد اس سیشن کی پہلی تقریر مکرم ڈاکٹر فہیم یونس قریشی صاحب کی تھی۔ آپ کی تقریر کا عنوان تھا ''آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ جس سے خدائی رحمت اور محبت ملتی ہے''۔ آپ نے اپنی تقریر میں صحابہ کرام کی اپنے مذہب اسلام اور اپنے رسول مقبول ﷺ سے محبت اور فدائیت کے واقعات بیان کئے کہ وہ اس راہ میں کسی رکاوٹ، کسی تکلیف، کسی مصیبت کو خاطر میں نہیں لائے۔ آپ نے نصیحت کرتے ہوئے بتایا کہ ہمیں بھی ہر قیمت پر اپنے ایمان کو ترجیح دینی چاہیئے۔ ہمیں اپنی شخصیت و انفرادیت کو اسلامی احکام کے تابع کرنا چاہیئے اپنی سفلی خواہشات کی تکمیل کی بجائے دیانتدار اور قابل اعتماد وجود بننا چاہیئے۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اقتباس بھی پیش کیا کہ ہمیں آنحضرت ﷺ کی حقیقی تصویر بننا چاہیئے۔

آپ کی تقریر کے بعد مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب نائب امیر امریکہ نے تقریر کی۔ آپ کی تقریر کا عنوان تھا

" A COMMON SPIRIT , TWO ERAS OF COMPANIONS"

آپ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے مشن کے 4 اہم کام بیان فرمائے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے اگلی آیت میں آخری زمانہ میں مسیح موعود کے آنے کی بشارت دی ہے۔ آپ نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے صحابہ اور اس زمانہ میں امام مہدی کے ماننے والوں کی قربانیوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس وقت یہ سلسلہ قربانیوں کا ختم نہیں ہوا بلکہ مسلسل احمدیہ جماعت کے احباب اپنے دین اور ایمان کی خاطر قربانیاں دیتے چلے جارہے ہیں۔ آپ نے ابھی اپنی تقریر مکمل نہ کی تھی کہ جرمنی سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے جلسہ سالانہ کا اختتامی اجلاس شروع ہوگیا۔

حضور نے جو جرمنی میں خطاب فرمایا وہ تمام حاضرین جلسہ نے ہمہ تن گوش ہوکر اپنے جلسہ گاہ میں سنا۔ الحمد للہ۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب میں سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 108 کی تلاوت کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں فرماتا ہے کہ ہم نے اے محمدؐ تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حضور نے آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ سے آپ کی رحمت، شفقت اور عفو کے واقعات بیان کئے۔

حضور نے مزید فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ میرا فیضان آخری زمانے میں بھی جاری ہے گا اور اس کے ساتھ ساتھ آپؐ نے بعض فتنوں کی بھی پیشگوئیاں فرمائی تھیں۔ اور یہ خوشی کا پیغام بھی دیا تھا کہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر چلے گا وہی کامیابی حاصل کرے گا۔ حضور نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی حقیقی تصویر انسانیت کے سامنے پیش فرمائی اور آپ کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے خلافت کا سلسلہ جاری فرمایا جو قیامت تک جاری رہے گی۔

حضور انور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ گواہ ہے کہ کامیابی کے ساتھ سلسلہ خلافت کا جاری ہونے کا جو وعدہ تھا وہ حرف بحرف پورا ہوا۔ اسکے بعد حضور نے جماعت کے مخالفین اور فتنوں کے بارے میں بھی بیان کیا نیز یہ سب مخالفتیں جماعت کی ترقی کا ہی باعث ہیں۔ الحمد للہ

حضور نے جماعت عالمگیر کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کو تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے اور شیطان کے پنجے سے نجات دلانے کے لئے ہمیں اپنے عملوں اور دعوت الی اللہ سے کام لینا چاہئے۔ سجدوں سے خدا تعالیٰ کی رحمت کو جذب کریں اور اپنی سجدہ گاہوں کو تر کردیں۔ اور انسانیت کو بچانے کی خاطر ایک تڑپ اپنے اندر پیدا کریں۔ خدا کی فعلی تائید کے ساتھ اپنی سوچوں، عملوں اور دعاؤں کو ملائیں اور رحمۃ للعالمین کے فیضان کا جھنڈا لہرانے کا حصہ بن جائیں۔ فرمایا

امریکہ اور کبابیر کے احمدی بھی اپنے جلسہ کے ماحول میں بیٹھے ہیں وہ بھی یہ پیغام پہنچائیں۔ اس کے بعد حضور نے دعا کرائی، جس میں تمام احباب جو امریکہ کے جلسہ گاہ میں بیٹھے تھے شامل ہوئے۔ حضور نے امریکہ کے جلسہ کی حاضری کا بھی اعلان فرمایا کہ امریکہ کے جلسہ کی حاضری 6500 ہے۔ (اس خطاب کا خلاصہ روزنامہ الفضل ربوہ 6 جولائی 2013ء صفحہ 2۔1 پر شائع شدہ ہے) اس طرح ہمارا یہ جلسہ حضور انور کی دعا کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

جلسہ میں نمائش

جلسہ میں نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ مکرم ڈاکٹر کرنل فضل احمد صاحب اور انکی بیگم صاحبہ ہر سال بڑی محنت شاقہ کے ساتھ بہت ہی خوبصورت نمائش لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اس کے ساتھ ہی بُک سٹال بھی لگایا گیا جس میں جماعت احمدیہ کا لٹریچر موجود تھا۔

خواتین کا الگ جلسہ کا سیشن بھی ہوا جس کی صدارت محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ

یو ایس اے نے کی۔ اس موقعہ پر بھی تلاوت ونظم کے بعد درج ذیل تقاریر ہوئیں۔

1۔وجیہ چوہدری صاحبہ۔آنحضرتﷺ کی برداشت کا نمونہ۔

2۔صدف اعجاز صاحبہ۔اس معاشرہ میں بچوں کی تربیت اسلامی طریق بچپن کا زمانہ

3۔نمود سحر رحمان صاحبہ۔اس معاشرہ میں بچوں کی تربیت، جوانی کا زمانہ

اس موقعہ پر تعلیمی ایوارڈ بھی تقسیم کئے گئے۔دوسرے سیشن میں درج ذیل تقاریر ہوئیں۔

ا۔سلمیٰ اعظم صاحبہ۔روزمرہ کی زندگی میں خدا تعالیٰ کو پانے کے طریق

2۔Ms. Terez Varkonyi نے The Road Less Travelled کے موضوع پر کی۔

3۔اس کے بعد محترمہ صالحہ ملک صاحبہ نیشنل صدر لجنہ نے خطاب کیا کہ ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز کو سنا۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے جلسہ کا سارا پروگرام ہی بڑا دلچسپ اور ایمان افروز تھا۔روزانہ جلسہ کے اختتامی سیشن کے بعد مختلف قسم کے پروگرامز بھی ہوئے جن میں تبلیغی ورکشاپ خصوصیت کے ساتھ، سپینش ڈیسک، بنگلہ ڈیسک وقف نو کا پروگرام (بچوں اور بچیوں کے الگ الگ پروگرام ہوئے)۔ رشتہ ناطہ کی ورکشاپ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو احسن رنگ میں جلسہ کے پروگراموں سے مستفید ہونے کی توفیق دے۔آمین۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن رانجھا صاحب کا خاندانی تعارف ------تصحیح اور اضافہ

محمد شریف خان، فلاڈلفیا

النور اگست تا ستمبر 2013 میں محترم ماسٹر احمد علی صاحب کے مندرجہ بالا عنوان کے تحت معلوماتی مضمون میں کچھ اہم تاریخی نوعیت کی معلومات رہ گئی ہیں، جو ریکارڈ کے لئے درج ذیل ہیں:۔

محترم مرحوم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب رانجھا ایم ایس سی زوآلوجی، پی ایچ ڈی، سابق Director Pakistan Zoological Survey Department,Karachi سے میری ملاقات 1966 میں شیخ ہسپتال، محلہ گڑھا چنیوٹ میں ہوئی تھی۔میں وہاں اپنے بیٹے کی پیدائش کے سلسلہ میں ربوہ سے گیا ہوا تھا۔ہسپتال کی انچارج ڈاکٹر ذکیہ صاحبہ ڈاکٹر صاحب کی بھانجی تھیں، جسے ملنے کے لئے آپ وہاں آئے ہوئے تھے۔ڈاکٹر صاحب مرحوم ریکارڈ کے مطابق پاکستان میں پہلے احمدی زوآلوجسٹ تھے۔آپ نے مدراس یونیورسٹی سے Zoology میں Ph.D کی اور ساری عمر Pakistan Zoological Survey Dept. Karachi سے منسلک رہے، وہیں سے ڈائریکٹر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔آپ نے شارک مچھلی Scoliodon sorrakowah کے نظامہائے جسمانی پر تحقیقی کام کیا، جو پنجاب یونیورسٹی کے B.Sc. Zoology کے نصاب میں Animal Types کے نام سے سالوں شامل رہا۔

ڈاکٹر صاحب سے، ملاقات کے وقت میں تحقیقی میدان میں نوخیز تھا، مجھے اپنے سے سینیئر سے باتیں کرکے بہت سی باتوں کا پتہ چلا اور راہ نمائی ملی۔مرحوم ڈاکٹر صاحب نے ازراہِ شفقت میرے لئے کچھ کتب اور رسائل بھجوائے، جن میں Turtox News کے کئی شمارے شامل تھے، جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کی تعمیل میں قرآنِ کریم کا انگریزی میں ترجمہ کررہے تھے، ساتھ ہی ساتھ آپ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر اور کالج کے پرنسپل مقرر تھے۔آپ کالج میں انگریزی کے پروفیسر بھی تھے۔آپ کی غیر حاضری میں آپ کے بڑے بھائی حافظ عبدالعلی صاحب ایڈووکیٹ انگریزی پڑھاتے رہے۔حضرت مولانا شیر علیؓ کی بڑی بیٹی خدیجہ صاحبہ موضع ہجن کے ولی محمد صاحب رانجھا سے بیاہی ہوئی تھیں، جن کے بڑے بیٹے عبدالحلیم صاحب رانجھا کی شادی مرحوم ڈاکٹر خیر الدین صاحب بٹ کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔عبدالحلیم صاحب رانجھا مرحوم میرے ہم زلف تھے۔ڈاکٹر صاحب کی براہِ راست رشتہ داری رانجھا خاندان سے نہیں تھی۔ڈاکٹر صاحب کی شادی اپنی پھوپھی زاد سے ہوئی تھی۔

کتابِ انساں

عارفہ حلیم

مفکروں نے ضخیم لکھی ہیں جو کتابیں
کہیں بھی ان میں نہیں ہے شامل
کتابِ انساں کہ جس میں دل بھی دھڑک رہا ہو
دھڑکتے دل میں ہو ایک مندر
اسی میں مسجد ہو اور کلیسا
حسین سے اس عظیم دل کی ہر ایک دھڑکن
پیغامبر ہو محبتوں کی صداقتوں کی
کتابیں یوں تو ہزاروں لاکھوں کھلی پڑی ہیں
ورق ورق پر حروف جنکے علوم حکمت سکھا رہے ہیں
مقامِ انساں بڑھا رہے ہیں بتا رہے ہیں
ہمارے اندر کہیں ہے شبنم سکوں کا باعث
کہیں پہ کوہِ بے بہا ہیں
جو چشمِ تر سے عظیم ہستی کے خوف و ڈر سے
لرز لرز کر ڈھلک ڈھلک کر یہ کہہ رہے ہیں
ہم ہی ہیں ایماں ہم ہی یقیں ہیں
ہم ہی سے پہچانِ حق ہے لیکن
فضائے دہر آلودگی سے بھری پڑی ہے
زمیں کا باسی یہ مشتِ خاکی
وفائیں اپنی ادائیں اپنی بدل بدل کر
سرشت اپنی بدل رہا ہے، ہوس کی خاطر مچل رہا ہے

مگر جہاں میں کہیں کہیں پر عظیم جذبے
دلوں سے اُٹھ کر صدائیں دیتے ہیں بے خودی سے
کہ ماہ و انجم کو چھونے والو
بلندیوں سے اتر کے نیچے
لہو سے رنگیں ستم زدہ سی زمیں بھی دیکھو
بلا کا آہ و کرب ہے اُس کا
یہ زخم کیسے ہیں درد کیوں ہے
مداوا اس کا یہاں یہ کیا ہے
زمین پیاری کا پیارا بچہ یہ ابنِ آدم
خرد کو کھو کر جنوں میں حد سے گزر گیا ہے
امن ہے اسکو نہ چین اس کو
نہ خوفِ انساں نہ خوفِ یزداں
یہ سب ہے لیکن یقین کو محکم یقیں ہے اتنا
کہ اسکی خاطر دعائیں کرتے ہیں کرنے والے
دعا میں کچھ بھی کمی نہیں ہے مگر یہ گریہ ہے اس زمیں کا
جو روز و شب یہ پکارتی ہے
فضائیں تسخیر کرنے والو
فلک ہے قدموں میں اب تمہارے
کسی سیارے کسی ستارے سے ایسا عنصر تلاش کرلو
کرشمہ سازی ہو جسکی ایسی، ہو ابنِ آدم کا دل مسخر

میری پیاری امی جان

ندیم خان، اوسلو ناروے

میری پیاری امی جان مورخہ 22 نومبر کو صبح دس بجے اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے ربِّ کریم کے حضور حاضر ہوگئیں، اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

اور ہم سب سے بے پناہ شفقتوں، دعاؤں اور رحمتوں کی چھت چھن گئی۔ خدا کے بعد ماں کا سایہ ہی انسان کو لمحہ بہ لمحہ پروان چڑھاتا دُکھ میں ساتھ دیتا بلکہ ہر سانس میں ہمارے ہمراہ ہوتا ہے۔ اس رشتہ کا کوئی نعم البدل نہیں۔ اولاد پر ہم ساری زندگی محبتیں نچھاور کرتے ہیں۔ بہن بھائیوں، دوستوں پر جان چھڑکتے ہیں۔ لیکن ہر رشتہ وقت کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ بلکہ ہر رشتہ غرض کا رشتہ ہوتا ہے اور یہ دنیا تو بدلتے رشتوں کا نام ہے۔ صرف ماں باپ کا رشتہ بے لوث، بے غرض اور بے حد قیمتی اثاثہ ہے۔ اور اسکی قدر اس وقت معلوم ہوتی ہے جب ہم خود ماں باپ بنتے ہیں کہ کس قدر اتھاہ گہرائیوں میں پایا جانے والا انمول موتی یہ رشتہ ہے۔ جسکے خلوص کو کوئی پیمانہ نہیں ناپ سکتا۔

امی جان کے والد بزرگوار ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کو 313 صحابیوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل تھا۔ جنکی تعلیم و تربیت حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب کے زیرِ سایہ ہوئی (نانا صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع مرزا طاہر احمد صاحبؒ)۔ اسلئے امی جان کے گھر کا ماحول بچپن سے ہی روحانی، مقدس، تعلیمی اور احمدیت سے وابستگی کا ماحول تھا۔

امی جان نے شادی کے بعد کچھ دیر قادیان دارالامان میں قیام کیا۔ اور سلسلہ احمدیت کی برکات سے بہت قریب سے محظوظ ہونے کا موقع ملا۔ حضرت اماں جانؓ (حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ) سے ملاقاتوں میں شفقت بھری نصائح اور دعائیں حاصل کرنے کا سنہری موقع ملا۔ بیت الدعاء میں حاضر ہو کر دعائیں کرنے اور اپنی ہونے والی اولاد کیلئے سربسجود ہونے کا موقع بھی ملا۔ والد مرحوم خان بشیر احمد خان صاحب آف جھڈو گودام سندھ میں فوج کی ملازمت ترک کر کے اپنی زمینوں پر settle ہوگئے۔

سندھ میں احمدیت کی مخالفت جنون کی حد تک تھی۔ وہ لوگ احمدیوں کو جان سے مارنا کارِ ثواب سمجھتے تھے۔ بھائی جان زرتشت صاحب سکول جاتے تو امی جان انہیں پانی کی بوتل بھی گھر سے ساتھ دیتیں کہ کہیں کوئی خدانخواستہ زہر نہ دے دے۔ والد صاحب کی بہت زمین تھی۔ خوشحالی تھی۔ لیکن مخالفین کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے حالات بہت خراب ہوگئے۔ والد صاحب پر ایک بار قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی زمینوں پر جب بھی تشریف لاتے ہم سب ملاقات کرنے جاتے۔ حضورؓ نے والد صاحب کو مشورہ دیا کہ حالات کے خطرہ کے سبب بیوی، بچوں کو ربوہ بھجوا دو۔ تاکہ دینی ماحول میں انکی اعلیٰ تعلیم و تربیت ہو سکے۔

چنانچہ امی جان ہم سب بچوں کو لے کر 1956ء میں ہجرت کر کے ربوہ آگئیں۔ یہ ایک بہت بڑا مجاہدہ تھا اور عزم و ہمت کی طویل راہ کا آغاز۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ اکیلے رہنا بڑا مشکل کام تھا۔ لیکن امی جان نے اپنے شب و روز اولاد کی تعلیم و تربیت کیلئے وقف کر دیئے۔ بھائی جان روز شام کو مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی محفل عرفان سے معرفت کے موتی چُنتے اور خلافت لائبریری سے ہم بہن بھائیوں کیلئے پڑھنے کیلئے کتابیں لاتے۔ امی جان ہمارے سکولوں میں پیدل تازہ لنچ لے کر آتیں۔ اور بسا اوقات حضرت خلیفۃ المسیح اور دیگر جماعت کے اکابرین، جن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مولانا بقاپوری صاحبؓ، حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ، حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری صاحبؓ کی خدمت میں بغرض درخواستِ دُعا حاضر ہوتیں۔ ہمارے امتحانوں میں دعا اور عبادت کی غرض سے روزے رکھتیں اور بیشتر وقت دعا میں گزارتیں۔ رمضان کا مہینہ ان کا مسجد مبارک ہی میں گزرتا۔ باقاعدگی سے روزے رکھتیں۔ غرض ان کے شب و روز اولاد کیلئے وقف تھے۔

بیحد پرہیزگار، متقی، عبادت گزار، صاحب کشوف و رؤیا تھیں۔ بڑے صبر، ہمت، حوصلہ، جرأت اور بہادری سے ساری زندگی گزاری۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی دعاؤں اور ہمت ہی کا ثمر تھا کہ ہم سب کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی توفیق ملی اور ہم ہمیشہ دامنِ خلافت سے بھی وابستہ رہے۔

8 مارچ 1980ء کو ہمارا فرشتہ سیرت وصورت جواں سال بھائی 'جواد' سلسلہ کی خدمت بجالاتے ہوئے شہید ہوگیا۔ تو اس اعصاب شکن صدمہ کو بے مثال صبر سے برداشت کیا۔ یہ غم ہمارے لئے نا قابلِ برداشت تھا۔

والدہ صاحبہ ایک دن تنہائی میں جواد شہید کی یاد میں بیحد افسردہ ہوگئیں تو غیب سے آواز آئی کہ وہ ہماری امانت تھا ہم نے واپس لے لیا تو کیوں غم کرتی ہے۔ اسکے بعد والدہ صاحبہ کبھی جواد شہید کی یاد میں دلگیر نہ ہوئیں اور رضائے الٰہی پر شاکر رہیں۔

اس مذہبی رجحان کے ساتھ ساتھ علمی وادبی ذوق بھی رکھتی تھیں۔ خاص طور پر شاعری سے بہت شغف تھا۔ قادیان میں رہائش کے زمانے میں ''مصباح'' میں انکے اکثر مضامین چھپتے۔ تاریخِ اسلام واحمدیت پر کافی عبور حاصل تھا۔ جب کبھی ہمیں کسی بات کی تصحیح کی ضرورت ہوتی تو امی جان سے ہی رجوع کرتے۔ ہمارے والدین میں زیادہ تر سچی خوابوں، اولیاء اللہ اور عشقِ الٰہی سے متعلق گفتگو ہوتی۔

آپ خوش لباس تھیں اور زندہ دل خاتون تھیں۔ دوسروں کے دُکھ درد شدّت سے محسوس کرتیں۔ صدقات بڑھ چڑھ کر دیتیں۔ کبھی کسی کی دلآزاری نہ کرتیں۔ گلہ شکوہ، غیبت، چغلی انکا شیوہ نہ تھا۔ یہ انکا حسنِ اخلاق ہی تھا کہ دور دراز سے' کیا بچے کیا بڑے سب انکی وفات پر آنسو بہا رہے تھے اور انہیں یاد کر رہے تھے۔

1991ء میں والد صاحب کی وفات کے بعد غمِ تنہائی نے بہت ستایا تو اوسلو میں ہمارے پاس رہائش پذیر ہوگئیں۔ داؤد خان (میرے بھائی) کو عرصہ 20 سال انکی خدمت کی توفیق ملی۔ عاجز کو بھی والدہ صاحبہ کی خدمت کی سعادت ملی۔ سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے والدہ صاحبہ کی خاص شفقت میرے حصہ میں آئی۔ میری اور فواد بھائی کی جدّہ میں رہائش کے دوران والدہ صاحبہ ہمارے یہاں تشریف لائیں اور حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ اوسلو میں قیام کے دوران میری ہر شام امی جان سے ملاقات کیلئے وقف ہوتی۔ انہیں میرا انتظار ہوتا اور میرے دل مضطر کو ان سے ملکر ان کی خدمت کرکے، باتیں کرکے اور دکھ درد بانٹ کر ہی قرار آتا۔ وہ میری ماں ہی نہ تھیں بلکہ ایک غمخوار دوست بھی تھیں۔ میری باجی سیارہ حکمت آف امریکہ اور انکے دونوں بچوں سے بے حد پیار تھا۔ انکی زندگی ایک نیک، باوقار، خوش اور کامیاب زندگی تھی۔ زندگی کے آخری 3 سال بستر پر رہیں اور انتہائی صبر سے یہ وقت کاٹا۔ طویل عمر پائی اور اپنی خواہش کے مطابق اپنے خدمت گزار بیٹے داؤد خان کے ہاتھوں میں آخری سانس انتہائی سکون سے لے کر ربِّ غفور الرحیم کے حضور حاضر ہوگئیں۔

ہم سب انکی جدائی سے بہت اداس ہیں۔ میری شامیں بہت اداس ہوگئی ہیں۔ مجھے چین نہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ میرے زخمی دل کو قرار دے۔ ہمارے حق میں ہماری امی جان کی دعائیں قبول فرمائے اور ہمیں ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے، آمین ثم آمین۔

غزل

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

مرے خستہ تن میں جو جان ہے، وہ تو دم بدم ترے دم سے ہے
مرا حوصلہ، مرا ولولہ، اُٹھا ہر قدم ترے دم سے ہے

شبِ تیرہ تار سے مُخلصی تو نمودِ صبحِ طرب کرے
دبی وسوسوں میں جو آس ہے، وہ بھی دم بدم ترے دم سے ہے

کوئی جستجو تو ازل سے ہے کسی مُنتہا کی تلاش میں
اسی مُنتہا کی تلاش میں، اُٹھا ہر قدم ترے دم سے ہے

ہوئی خاک ہی سے اُٹھان بھی، مری انتہا بھی ہے خاک میں
یہ کمالِ صنعت کار ہے، جو بنا اَتم ترے دم سے ہے

تُو تو مُنتہائے کمال ہے، نہ کہیں رہینِ سوال ہو
یہ جہاں کا حسن وجمال بھی، ہوا محترم ترے دم سے ہے

تُو ہی ابتدا تُو ہی انتہا، تری ہر صِفت کو دوام ہے
جو فنا بقا کا ہے مرحلہ، ہوا وہ رقم ترے دم سے ہے

میں جھکاؤں جب بھی جبیں کہیں، وہ گھڑی ہوا پنی امیں کہیں
ہو قبولیت کا یقیں وہیں، مرا یہ بھرم ترے دم سے ہے

وہ گھڑی نہ مجھ سے خطا ہوئی، جو ترے ہی دم سے عطا ہوئی
اُٹھے ہاتھ جب بھی دعا ہوئی، یہ ترا کرم ترے دم سے ہے

قرآن مجید کی بعض عربی تفاسیر کا ذکر

میر غلام احمد نسیم ایم اے، ایم او ایل، مربی سلسلہ واستاد جامعہ احمدیہ (ر) حال مقیم نیوجرسی۔ امریکہ

قرآن مجید کی تفاسیر کثرت سے لکھی گئی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔علماء مفسرین نے ان تفاسیر کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے تا کہ مطالعہ کرنے والوں کو آسانی رہے۔پہلی قسم تفسیر ماثورہ کہلاتی ہے یعنی وہ تفاسیر جو روایات پر منحصر ہیں یعنی احادیث اور معتبر روایات پر۔انہیں تفاسیر ماثورہ یعنی تفاسیر بالروایت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔دوسری قسم تفسیر بالرائے سے موسوم کی جاتی ہے اس قسم میں مفسر کی رائے کا دخل ہوتا ہے۔

تفاسیر ماثورہ :- (Traditional Commentaries)

تفسیر کی اس نوع میں وہ تمام تفاسیر آتی ہیں جن میں قرآنی آیات کی تشریح بذریعہ احادیث اور اثر وغیرہ کے ذریعہ کی گئی ہے۔ان میں کچھ مشہور تفاسیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ **"تفسیر ابن عباس"** : اسے "تنویر المقیاس" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔مفسر عبداللہ بن عباسؓ متوفی ۶۸ھ اصحاب رسول ﷺ میں سے مشہور مفسر قرآن ہیں۔ان کے ان تفسیری اقوال کو روایت کرنے والے نو مشہور راوی ہیں۔ان کے تفسیری اقوال کا مجموعہ "تنویر المقیاس" کے نام سے صاحب قاموس مجد الدین بن یعقوب فروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ کا مرتب کردہ ہے۔البتہ مرویات کا سلسلہ ناقدین کے نزدیک کوئی زیادہ معتبر اور مستند نہیں۔عبداللہ بن عباس کی اس تفسیر کو "المقیاس من تفسیر بن عباس" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

۲۔ **جامع البیان فی تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری** : یہ تفسیر ابوجعفر محمد بن جریر نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے ترتیب دی ہے۔اس تفسیر کی تیس جلدیں ہیں۔علماء تفسیر کے مطابق فن تفسیر کا آغاز دراصل اسی تفسیر سے ہوتا ہے۔آیات قرآنی کا سلیس عبارت میں مطلب کا بیان،لغوی تحقیق،نحوی اشکال کا حل،مشکل آیات کا حل بذریعہ روایات واقوال صحابہ کرام وتابعین وغیرہ امام طبری کی تفسیر کی خصوصیات ہیں۔

امام محمد بن جریر طبری آمل،عراق میں پیدا ہوئے۔سات برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔تفسیر، حدیث،فقہ،نحو،لغت،منطق،تاریخ،حساب اور طب وغیرہ علوم میں ایسا کمال حاصل کیا کہ ہر فن میں یگانہ عصر کے مستحق قرار پائے۔آپ نے اپنی عمر کا زیادہ عرصہ بغداد میں گزارہ اور ۳۱۰ھ میں کم وبیش ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

محمد بن جریر طبری کی یہ تفسیر "تفسیر جریر" کے نام سے بھی شہرت پذیر ہے۔مفسر بغوی،سیوطی اور ابن کثیر نے اس تفسیر کی تعریف کی ہے۔

یہ بات مشہور ہے کہ اگر یہ تفسیر میسر آجائے تو باقی تفاسیر کے مطالعہ کی ضرورت نہیں رہتی۔

۳۔ **تفسیر "الکشف والبیان"** : تفسیر الکشف والبیان تفسیر طبری اور بعض دوسری تفاسیر پر مشتمل ہے اور انہیں کے انداز پر مدون کی گئی ہے۔لیکن اس تفسیر کو ان تفاسیر سے ممتاز کرنے والی یہ بات ہے کہ اس کو تصنیف کرنے والے کے پیش رو تفسیری اقوال ومضامین تو نقل کردیتے تھے مگر ان افراد کے نام ترک کر دیتے تھے جن کے ذریعے یہ اقوال ان تک پہنچے ہوتے تھے۔لہٰذا اس طریق سے اسناد کو نظرانداز کرکے محض روایات پر اعتماد کرنے سے ان کی تشریح وتوضیح محل نظر ہو جاتی تھی۔الکشف والبیان میں اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس تفسیر کے مولف ومرتب ابواسحاق بن ابراہیم الثعلبی نیشاپوری ہیں۔ابواسحاق کی وفات ۴۲۷ھ میں ہوئی۔ان کی اس تفسیر کو تفسیر الثعلبی بھی کہا جاتا ہے بلکہ اس نام سے عموماً اسے یاد کیا جاتا ہے اور اسی نام سے مشہور ہے۔

۴۔**تفسیر بغوی "معالم التنزیل"**: یہ تفسیر ثعلبی کی تفسیر سے مقتبس سمجھی جاتی ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ یہ بھی اسی انداز کی ہے جس کا آغاز طبری نے کیا تھا۔شیخ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب متوفی ۸۷۵ھ نے اس تفسیر کا اختصار کیا ہے۔ یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں تفسیر ابن کثیر کے حاشیہ کے طور پر مصر میں طبع ہوئی ہے۔

مصنف: اس تفسیر کے مصنف امام محی السنہ ابومحمد حسین بن مسعود الفراء البغوی ہیں۔ ان کی وفات ۵۱۶ھ میں ہوئی۔

۵۔**تفسیر ابن کثیر**: ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر نے طبری کی تفسیر میں تحقیق کر کے اس کو مختصر کیا۔ یہ تفسیر ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے۔ابن کثیر نے انہی روایات کو لیا ہے جو ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ یہ تفسیر دس جلدوں میں ہے۔

مصنف: ابوالفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر دمشق کے رہنے والے تھے۔آپ محدث، مفسر اور مؤرخ تھے۔تاریخ میں انکی مشہور کتاب "البدایہ والنھایہ" ہے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔آپ کی وفات ۷۳۷ھ یا ۷۷۴ھ میں ہوئی۔

۶۔**تفسیر درمنثور**: اس تفسیر کے مصنف امام جلال الدین بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی ہیں۔آپ مصر کے رہنے والے تھے۔ان کے بارے میں مشہور ہے کہ چار سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف میں تفسیر درمنثور اور تفسیر جلالین کا آخری نصف حصہ بہت مشہور ہیں۔آپ کی وفات ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء میں ہوئی۔ انکی یہ تفسیر "الدر المنثور فی تفسیر الماثور" کے نام سے بھی شہرت پذیر ہے۔

۷۔**تفسیر جلالین**: امام جلال الدین سیوطی کے استاد جلال الدین المحلی متوفی ۸۶۴ھ سورۃ فاتحہ اور قرآن مجید کی اٹھارویں سورۃ یعنی سورۃ الکھف سے سورۃ الناس یعنی قرآن کریم کی آخری سورۃ تک تفسیر لکھ پائے تھے کہ انکا انتقال ہوگیا اور تفسیر کو مکمل نہ کر سکے۔

امام سیوطی جنکا نام بھی جلال الدین تھا نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کے بعد سولہ سورۃ یعنی سورۃ البقرتا سورۃ بنی اسرائیل کی تفاسیر کر کے تفسیر کو مکمل کیا۔ چونکہ دونوں مصنفوں کا نام جلال الدین تھا اس لئے یہ تفسیر "تفسیر جلالین" کے نام سے موسوم ہوئی اور اسی نام سے یاد کی جاتی ہے۔

یہ تفسیر مشکل الفاظ کے معانی اور مغلق آیات کی تشریح پر مشتمل ہے مگر اس میں رائے کو چنداں دخل نہیں اس لئے یہ بھی تفاسیر ماثورہ میں شامل سمجھی جاتی ہے۔اور تفسیر جلالین پرانے یا یوں سمجھیں کہ پہلی طرز کی تفاسیر کا آخری قابل ذکر نمونہ ہے۔اس تفسیر کے بعد لکھی گئی تفاسیر کا انداز بدل گیا جنھیں تفاسیر بالرائے سے یاد کیا جاتا ہے۔

تفاسیر بالرائے: (Explanatory Commentaries)

۱۔**تفسیر "الکشاف"**: ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری نے تفسیر کی نئی روش متعارف کرائی۔ ان سے قبل قرآنی آیات کی تفاسیر روایات سے کی جاتی تھی۔مفسرین اپنی رائے کم ہی کرتے تھے۔اگر کچھ کرتے بھی تھے تو یہ کہ لغت حل کر دی جاتی تھی۔مگر "امام زمخشری" نے فن تفسیر کا دھارا ہی پلٹ دیا۔وہ قرآن مجید کی مشکل آیات کو روایات اور لغت کے ذریعے حل کرنے کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے بھی کام لیتے ہیں۔

تفسیر کشاف لسانی علوم کا مخزن ہے۔مفسر زمخشری لغت، ادب، نحو وصرف اور تفسیری علوم میں ماہر تھے۔آپ نے اپنی تمام معلومات اس کتاب میں مجتمع کر دی ہیں۔آپ اپنی تفسیر میں معتزلہ عقائد کے مطابق مشکل مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔آپ تفسیری روایات کو شامل کرتے ہوئے اسناد روایات چھوڑ جاتے ہیں زیادہ سے زیادہ ایک آدھ راوی کا نام درج کرتے ہیں۔

زمخشری نے تفسیر مکہ مکرمہ میں ۵۳۶ھ بمطابق ۱۱۳۲ء میں لکھنی شروع کی اور وہیں پر دو سالوں میں مکمل کی۔

۲۔**تفسیر مجمع البیان**: تفسیر مجمع البیان ابوجعفر محمد بن حسن طوسی کی تصنیف ہے۔ آپ کی وفات ۵۶۱ھ بمطابق ۱۱۶۶ء میں ہوئی۔

۳۔**التفسیر الکبیر، واسمہ مفاتیح الغیب**: تفسیر کبیر فلسفہ اور حکمت کی رو سے قرآنی آیات کی تشریح وتوضیح کرنے کی کوشش میں لکھی گئی ہے۔لیکن اس سمت میں اس قدر آگے بڑھ گئی ہے کہ قاری قرآنی آیات کا مطلب سمجھنے کی بجائے فلسفیوں کے اقوال میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کلام الٰہی کا ربط آیات اور تسلسل بیان ہی ذہن سے نکل جاتا ہے۔لسانی، فقہی، روایتی اور کلامی وغیرہ گویا کہ تمام پہلو ہی اس تفسیر میں آ گئے ہیں۔مفسر نے اپنے زمانے کے تمام علوم کو قرآن مجید کے خادم

کی حثیت سے پیش کیا ہے۔

مصنف: فخر الدین محمد بن عمر الرازی کلام اور فقہ کے جید علماء میں سے ہیں۔ آپ "رے" میں پیدا ہوئے: 'ھراہ' کو اپنا وطن بنایا اور شیخ الاسلام کہلائے۔ خوازم شاہ نے آپ کو انعام واکرام سے نوازا۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں لیکن ان میں سے دس مشہور ہیں۔ آپ کی محولہ بالا تفسیر نے آپ کو شہرت دوام عطا کی ہے۔ آپ کا انتقال پر ملال ۶۰۶ھ بمطابق ۱۲۱۰ء میں ہوًا۔

۴۔ تفسیر البحر المحیط: اس تفسیر کے مصنف، محدث، ادیب اور متکلم بھی تھے اس لئے ان کی تفسیر میں یہ سب پہلو بھی بیان ہوئے ہیں۔ جو روایات آپکے نزدیک مستند نہ تھیں ان کو آپ نے اپنی تفسیر میں نقل نہیں کیا۔ یہ تفسیر آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔

مصنف: اثیر الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن حیان اندلسی ہیں۔ آپ کی وفات ۶۵۴ھ بمطابق ۱۲۵۶ھ میں ہوئ۔

۵۔ تفسیر الجامع الاحکام القرآن المعروف "تفسیر قرطبی": یہ تفسیر بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ علامہ قرطبی نے تاریخی واقعات اور قصوں کو اپنی تفسیر میں شامل نہیں کیا۔ آپکا زیادہ زور قرآنی احکام، دلائل، آیات کی قرأت واعراب وغیرہ پر ہے۔ یہ نہایت مفید تفسیر ہے۔ روایات کے مطابق مکمل طور پر اشاعت پذیر نہیں ہوئ البتہ نصف کے قریب مصر میں کئ اجزأ میں شائع ہوئ ہے باقی حصہ قلمی نسخہ کی صورت میں " دار الکتاب المصریہ " مصر میں موجود ہے۔

مصنف: ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی ہیں۔ آپ بڑے صالح اور زاہد عالم تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف میں سے یہ تفسیر سب سے مشہور ہے۔ آپ کی وفات ۶۷۱ھ بمطابق ۱۲۷۳ء میں ہوئ۔

۶۔ تفسیر بیضاوی: تفسیر کا پورا نام "انوار التنزیل واسرار التاویل" ہے۔ تفسیر بیضاوی اکثر علماء کے نزدیک اعلی پایہ کی تفسیر ہے اور اسکی اتنی قدر ہے کہ دینی علوم پڑھنے والا ہر شخص اس کا محتاج ہے۔ 'بیضاوی' کی مقبولیت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں نحوی مسائیل کو احسن طریق سے حل کر دیا گیا ہے۔

امام بیضاوی نے زیادہ تر تفسیر زمخشری پر اعتماد کیا ہے۔ البتہ کہا جاتا ہے کہ بیضاوی نے زمخشری کے معتزلہ عقائد سے اپنی تفسیر کو پاک رکھا ہے اس تفسیر میں احادیث اور روایات بہت کم ہیں اور اسناد تو شاذ ونادر ہی نظر آتی ہیں۔

مصنف: عبداللہ بن عمر البیضاوی ہیں۔ آپ شیراز کے قاضی تھے۔ آپ متعدد کتب کے مصنف ہیں آپ کی وفات ۶۸۵ھ بمطابق ۱۲۸۶ء میں ہوئ۔

۷۔ الجواہر فی تفسیر القرآن: یہ تفسیر الاستاذ الحکیم الشیخ الطنطاوی الجواہری کی تصنیف ہے۔ یہ تفسیر تیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں مشکل مسائیل کے حل اور نئے علوم سے پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کے ازالہ کی کوشش کی گئ ہے۔ مصنف پہلے لفظی تفسیر تحریر کرتے ہیں اور پھر تشریح وتوضیح پیش کرتے ہیں۔

۸۔ مدارک التنزیل۔ یا۔ تفسیر مدارک نسفی: تفسیر مدارک نسفی طویل حاشیہ اکلیل کے ساتھ سات جلدوں میں شایع ہوئ ہے۔ عقایدٗ واحکام بڑی تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور ان کے بارے میں ایک نہایت ہی مفید تفسیر ہے۔

مصنف: علامہ ابو البرکت عبداللہ بن احمد بن محمد نسفی ہیں۔ نسفی صاحب جماعت اھل سنت کے مسلم امام شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی وفات کے سن کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق وفات کا ۶۸۶ھ اور دوسری کے مطابق ۷۰۱ھ بمطابق ۱۲۹۳ء میں ہوئ۔

۹۔ تفسیر جامع البیان:

مصنف: الشیخ السید معین الدین بن الشیخ صفی الدین ہیں۔ آپ کی وفات ۸۷۰ھ بمطابق ۱۴۶۶ھ میں ہوئ۔

۱۰۔ تفسیر روح المعانی: تفسیر روح المعانی کے مفسر متاخرین مفسرین میں سے ایک بے مثل شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ نہایت ہی وسیع النظر تھے۔ آپ کی مسائیل کی گہرائ تک رسائ تھی۔ ان کی یہ جامع اور مفصل تفسیر ایک حد تک قدیم تفسیروں سے مستغنی کر دیتی ہے۔ یہ تفسیر لغوی، روائیتی، کلامی، فقہی اور سلوک و تصوف کی حیثیت سے ممتاز ہے۔

مصنف: حضرت علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی ہیں۔ آپ ایک نہایت ہی جید عالم اور نہایت ہی زیرک مفسر تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں ہوئ۔

(ٹائپنگ قرۃ العین تالپور)

ربط ہے جانِ محمدؐ سے میری جاں کو مدام ٭ دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

امتہ الباری ناصر

(اس تحریر میں مضمون نگار نے تاریخِ اسلام اور تاریخِ احمدیت سے بعض ایمان افروز واقعات کو یکجا کیا ہے جن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فنافی الرسول ﷺ کے مقام اور انعکاسِ سیرتِ نبویؐ پر روشنی پڑتی ہے۔ ایڈیٹر)

سراج منیر سے بدرِ کامل کا ربط جسم و جان کا ہے ایک ہی منبع نور سے فیضیاب وجودوں سے پھوٹنے والی روشنی میں مماثلت' ازدیادِ ایمان کا باعث بنتی ہے۔ چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے۔

مبارک مماثلت

خاندان کے بزرگ جن کے ہاتھوں میں بچے پروان چڑھتے ہیں اپنے بچوں کی فطرت' طبیعت اور صلاحیت سے قدرتی طور پر آگاہ ہوتے ہیں۔ اس طرح خالق کے ودیعت کردہ باسعادت انداز اور ہونہار آثار کے سچے بے لاگ گواہ بنتے ہیں۔ درج ذیل اقتباسات میں ایک چچا کا اپنے بھتیجے اور ایک والد کا اپنے بیٹے کے لئے ایسے ہی حقیقت کا اظہار پڑھیئے۔

'جب یہ آیتیں اُتریں کہ مشرکین رِجس ہیں' پلید ہیں' شرالبرّیہ ہیں' سفہاء ہیں اور ذریتِ شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النار اور حصبِ جہنم ہیں تو ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کو بلا کر کہا کہ

اے میرے بھتیجے! اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہوگئی ہے۔ اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہہ قرار دیا ہے اور ان کے بزرگوں کہ شرالبرّیہ کہا اور ان کے قابلِ تعظیم معبودوں کا نام ہیزمِ جہنم اور وقود النار رکھا اور عام طور پر ان سب کو رِجس اور ذریتِ شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا ورنہ میں قوم کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا۔

آنحضرت ﷺ نے جواب میں کہا کہ

اے چچا! یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہارِ واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے۔ اور یہی تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں میری زندگی اس راہ میں وقف ہے میں موت کے ڈر سے اظہارِ حق سے رک نہیں سکتا۔

اور اے چچا! اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تُو مجھے اپنی پناہ میں رکھنے سے دستبردار ہوجا۔ بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں میں احکامِ الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہوکر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اس کی راہ میں دکھ اٹھاؤں۔

آنحضرت ﷺ یہ تقریر کررہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہورہی تھی اور جب آنحضرت ﷺ یہ تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابو طالب کے آنسو جاری ہوگئے اور کہا کہ

میں تیری اس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا تو اور ہی رنگ میں اور اور ہی شان میں ہے جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ 111,110 و تذکرہ صفحہ 170)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کررہے تھے انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہء دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقتِ عزیز مرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہوگیا۔ اور اس کے ساتھ

ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ بنا رہتا تھا۔ ان کی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ کی تھی مگر وہ چاہتے تھے کہ دنیاداروں کی طرح مجھے روبہ خلق بناویں اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیاں میں آنا چاہا میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہئے مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی اور میں بیمار بھی تھا اس لئے نہ جا سکا پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثوابِ اطاعت حاصل کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا اور ان کے لئے دعا میں بھی مشغول رہتا تھا اور وہ مجھے دلی یقین سے برّ بالوالدین جانتے تھے اور بسا اوقات کہا کرتے تھے:

میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں کہ جس طرف اس کی توجہ ہے یعنی دین کی طرف صحیح اور سچ بات یہی ہے ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحات 182تا 184 حاشیہ)

ایک معمر ہندو جاٹ جس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو گودوں میں کھلایا تھا کی روایت تاریخ احمدیت میں درج ہے کہ جب آپ کے والد صاحب ملازمت اور دنیوی معاملات سنبھالنے پر زور دیتے تو آپ عرض کرتے

'ابا! بھلا بتاؤ تو سہی کہ جو افسروں کے افسر اور مالک الملک احکم الحاکمین کا ملازم ہو اور اپنے رب العالمین کا فرمانبردار ہو اس کو کسی ملازمت کی کیا پرواہ۔ ویسے میں آپ کے حکم سے بھی باہر نہیں'

مرزا غلام مرتضیٰ یہ جواب سن کر خاموش ہو جاتے اور فرماتے

اچھا بیٹا جاؤ اپنا خلوت خانہ سنبھالو

جب یہ چلے جاتے تو ہم سے کہتے

یہ میرا بیٹا ملاّ ہی رہے گا میں اس کے واسطے کوئی مسجد ہی تلاش کر دوں جو دس بیس من دانے ہی کما لیتا مگر میں کیا کروں یہ تو ملاّ گری کے بھی کام کا نہیں۔ ہمارے بعد یہ کس طرح زندگی بسر کرے گا۔ ہے تو یہ نیک صالح مگر اب زمانہ ایسوں کا نہیں چالاک آدمیوں کا ہے پھر آبدیدہ ہو کر کہتے کہ:

جو حال پاکیزہ غلام احمدؑ کا ہے وہ ہمارا کہاں یہ شخص زمینی نہیں آسمانی (ہے) یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 52، 53)

میں نے یہ تو نہیں کہا تھا

سن چھ ہجری کا واقعہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے غیبی اشارہ سمجھ کر طوافِ کعبہ کی نیت فرمائی اور فروری 628ء کو قریباً چودہ سو اصحاب کے ساتھ مدینہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ قریشِ مکہ نے مسلمانوں کے مکہ میں داخلے کی شدید مخالفت کی۔ رفعِ شر کے لئے آپ ﷺ نے اصرار نہ فرمایا اور حدیبیہ کے مقام پر ایک معاہدہ طے پایا جس کی ایک شق یہ تھی کہ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں۔ اگلے سال بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہوگی۔ مسلمان جو خانہ کعبہ سے بہت محبت کرتے تھے مکہ جانے کے لئے بیقرار تھے اور اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانا بہرحال پورا ہوتا ہے بہت دل برداشتہ ہوئے۔ اور بڑے دکھ کے ساتھ واپسی کا سفر شروع کیا۔ حضرت عمرؓ کی آنحضرت ﷺ سے اس گفتگو سے ان کی خلش کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

کیا آپ خدا کے برحق رسول نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہاں ضرور ہوں

عمرؓ نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہاں ضرور ایسا ہی ہے

عمرؓ نے کہا: تو پھر ہم اپنے سچے دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں برداشت کریں؟

آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کی حالت دیکھ کر مختصر الفاظ میں فرمایا:

دیکھو عمرؓ! میں خدا کا رسول ہوں اور خدا کے منشاء کو جانتا ہوں اور اس کے خلاف نہیں چل سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔

مگر حضرت عمرؓ کی طبیعت کا تلاطم لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا تھا کہنے لگے:
کیا آپ ﷺ نے ہم سے نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کرینگے؟
آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے ضرور کہا تھا۔ مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ طواف اسی سال ضرور ہوگا؟
عمرؓ نے کہا: نہیں ایسا تو نہیں کہا
آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر انتظار کرو۔ تم انشاء اللہ ضرور مکہ میں داخل ہوگے اور کعبہ کا طواف کرو گے...

(ابنِ ھشام حالاتِ حدیبیہ)

گویا آپ ﷺ نے اعتراف فرمایا کہ خواب میں بیت اللہ کا طواف دیکھا تھا مگر وقت کا اندازہ درست نہ ہوسکا تاہم آپؐ کا کوئی کام اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تائید سے خالی نہیں ہوتا۔ اس سفر میں قریشِ مکہ سے صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پایا جس سے جنگ وجدل کا ماحول بدل کر امن وامان کا راستہ کھلا۔ واپسی کے سفر میں سورہ فتح نازل ہوئی۔ جس کی آیت نمبر 48 کا ترجمہ ہے
'یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو (اس کی) رؤیا حق کے ساتھ پوری کردکھائی کہ اگر اللہ چاہے گا تو تم ضرور بالضرور مسجدِ حرام میں امن کی حالت میں داخل ہوگے' اپنے سروں کو منڈواتے ہوئے اور بال کترواتے ہوئے ایسی حالت میں کہ تم خوف نہیں کروگے۔ پس وہ اس کا علم رکھتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے۔ پس اس نے اس کے علاوہ قریب ہی ایک اور فتح مقدر کردی ہے۔' (ترجمہ از تفسیرِ صغیر)
اگلے سال فروری 629ء میں دو ہزار اصحاب کے ساتھ بیت اللہ کا طواف فرمایا یقیناً آنحضرت ﷺ کی رؤیا پوری ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کا ایک قیاس یا اجتہاد درست نہ نکلا۔ جس سے کم فہم اور بدگمان دشمنوں کو اعتراض کا موقع ملا۔ حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک الفاظ سے اس قسم کی بشری اجتہادی غلطیوں کے بارے میں اصولی تعلیم ملتی ہے۔ فرماتے ہیں۔
'نبی کی شان اور جلالت اور عزت میں اس سے کچھ فرق نہیں آتا کہ کبھی اس کے اجتہاد میں غلطی بھی ہو اگر کہو کہ اس سے امان اٹھ جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کثرت کا پہلو اس امان کو محفوظ رکھتا ہے۔ کبھی نبی کی وحی خبر واحد کی طرح ہوتی ہے اور مع ذالک مجمل ہوتی ہے اور کبھی وحی ایک امر میں کثرت سے اور واضح ہوتی ہے پس اگر مجمل وحی میں اجتہاد کے رنگ میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو بینات محکمات میں اس سے کچھ صدمہ نہیں پہنچتا'

(لیکچر سیالکوٹ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 245)

حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس قسم کے کم فہموں سے واسطہ پڑتا رہا۔ ایک واقعہ اس طرح ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے نشان نمائی کے متعلق آپ کی متضرعانہ دعائیں سن کر 20 رفروری 1886ء کو ایک غیر معمولی شان والے اولوالعزم بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری عطا فرمائی۔ اس بیٹے کی بیان کردہ خصوصیات سے چند بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔
'سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔ اور علومِ ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ **مظھر الاول والاخر۔ مظھر الحق والعلاءِ کَاَنَّ اللہَ نَزَلَ من السماء** جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ **وَ کَانَ امرا مقضیا۔**

(اشتہار 20فروری1886 مندرجہ تبلیغِ رسالت جلد اول صفحہ 59،60۔تذکرہ صفحہ 111,110)

اس کے بعد 8راپریل 1886ء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید انکشاف ہونے والے امور بھی آپ نے اسی دن مشتہر کردیئے

’آج 8/اپریل 1886ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اتنا کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدتِ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصے میں پیدا ہوگا‘

(مجموعہء اشتہارات جلد اول صفحہ117 ۔تذکرہ صفحہ 114)

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ موعود بیٹا نو سال کے عرصے کے اندر پیدا ہوگا۔ یہ کہیں نہیں لکھا کہ اس عرصے میں اور کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ یا جو بھی بچہ ہوگا وہ مصلح موعود ہوگا۔ مگر جب 15/اپریل 1886ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹی عصمت پیدا ہوئی تو مخالفین نے بے بنیاد اعتراضات کا شور مچا دیا کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ حالانکہ آپؑ نے یہ بھی کہیں نہیں لکھا تھا کہ موجودہ حمل سے ہی ضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ عنقریب لڑکا پیدا ہونے کا ذکر تھا۔ پھر 7/اگست 1887ء کو ایک لڑکا بشیر احمد پیدا ہوا ۔ جس سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بہت قریب بیٹا پیدا ہونے والی پیشگوئی پوری ہوئی۔ نیز 20/فروری کے الہام میں بھی ’خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے‘ میں بھی ایک کم عمر پانے والے لڑکے کا ذکر تھا جو اسی طرح وقوع پذیر ہوا۔

اسی دن آپ کو الہام ہوا:

(ترجمہ) ہم نے اس بچہ کو شاہد اور مبشر اور نذیر ہونے کی حالت میں بھیجا ہے اور یہ اس مینہ کی مانند ہے جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔

(مجموعہء اشتہارات جلد اول صفحہ 178 ۔ تذکرہ 119)

الہام سے واضح تھا کہ نومولود کم عمر پائے گا۔ یہ بیٹا بعمر سولہ ماہ 4 نومبر 1888ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گیا۔

وہ کور چشم دشمن جو اعتراض کا کوئی موقع ہاتھ آنے پر بغیر کسی تدبر کے طوفان برپا کرنے لئے ادھار کھائے بیٹھے ہوتے تھے شور مچانے لگے کہ بیٹا تو فوت ہوگیا پیشگوئی جھوٹی نکلی ۔ آپؑ نے سمجھایا کہ یہ تو میں نے کہا ہی نہیں تھا کہ یہی وہ موعود بیٹا ہے:

’کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ مصلحِ موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا‘

(سبز اشتہار روحانی خزائن جلد 2 ص448)

’اے خدائے قادرِ مطلق یہ لوگ اندھے ہیں ان کو آنکھیں بخش۔ یہ نادان ہیں ان کو سمجھ عطا کر یہ شرارتوں سے بھرے ہوئے ہیں ان کو نیکی کی توفیق دے بھلا کوئی اس بزرگ سے پوچھے وہ فقرہ کہاں ہے جو کسی اشتہار میں اس عاجز کی قلم سے نکلا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ لڑکا اسی حمل میں پیدا ہوگا اس سے ہرگز تخلف نہیں کرے گا‘

(سبز اشتہار ’روحانی خزائن جلد2صفحہ318)

وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَنَبِیٌّ

آنحضرت ﷺ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے ام المومنین ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے آخری عمر میں ذی الحجہ 8 ہجری میں ایک بیٹے ابراہیمؓ سے نوازا۔ آپؐ اپنے بیٹے سے بے حد محبت کرتے تھے بچہ اپنی انا اُم سیفؓ کے ہاں مدینے کی نواحی بستی ’عوالی‘ میں پرورش پا رہا تھا۔ آپؐ وہاں تشریف لے جاتے۔ بچے کو گود میں لے کر پیار کرتے چومتے۔ ام سیف کے شوہر لوہار کا کام کرتے تھے گھر دھوئیں سے بھرا ہوتا مگر بچے کی محبت میں کھچے چلے آتے کچھ دیر بچے کے ساتھ رہتے اور رضاعی والدہ کی گود میں دے کر چلے جاتے۔

حضرت ابراہیمؑ بہت کم عمر لے کر آئے تھے۔ بیمار ہوئے نزع کا عالم تھا آنحضورؐ تشریف لائے بچے کو گود میں اٹھا لیا۔ اس کی تکلیف دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ ساتھ تھے۔

عرض کیا یا رسول اللہ آپ روتے ہیں؟ فرمایا ’یہ رونا اور یہ آنسو رحمت ہیں‘

رسولِ خداؐ کا یہ لاڈلا بیٹا 19 شوال 10 ہجری میں صرف سولہ ماہ کی عمر میں وفات پا گیا۔ آنحضور ﷺ نے صاحبزادے کی وفات پر انتہائی صبر کا نمونہ دکھایا۔ بچے کو دفن کرنے کے لئے قبر میں اُترے لاش کو ہاتھوں میں اُٹھا کر لحد میں رکھا اور فرمایا

’جاؤ اپنے بھائی عثمانؓ بن مظعون کے پاس‘

حضرت عثمانؓ ایک صحابی تھے جو آنحضرت ﷺ کو بہت عزیز تھے۔ اور اس واقعہ سے چھ سال پہلے وفات پا چکے تھے۔ آپؐ کو غم کی حالت میں اپنے اس صحابی کی یاد آ گئی۔ شیر خوار بچے کو یاد کرتے ہوئے فرمایا

'ابراہیم میرا بیٹا تھا وہ حالتِ شیر خوارگی میں ہی وفات پا گیا اس کے لئے دو دائیاں ہیں جو جنت میں اس کی رضاعت کی مدت پوری ہونے تک اسے دودھ پلائیں گی'

(مسلم کتاب الفضائل باب رحمة الصبيان حديث 2)

حضرتِ ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے بڑے مرتبے سے نوازا تھا آپؐ نے فرمایا

وَاللّٰهِ اَنَّـهُ لنبی

('الفتاوی الحديثيه' صفحه 176 علامه ابنِ حجر هيشمی مطبوعه مصر 1970ء)

نیز آپؐ نے فرمایا

لَو عاشَ (ابراهيم) لكانَ صدّيقاً نبيا

ترجمہ: اگر ابراہیم زندہ رہتا تو وہ سچا نبی ہوتا

(ابنِ ماجه جلد اول باب454 حديث 1572)

آخری عمر کا بیٹا' سچے راستباز نبی ہونے کی بشارت کا حامل قبر میں سلا کے اللہ کی رضا پہ راضی رہنے والے صبر جمیل کے پیکر نے اپنے غم کا اظہار ان درد انگیز الفاظ میں فرمایا

تدمعُ العينُ وَ يحزَنُ القلبُ وَ لا نقولُ ما يسخطُ الرَّبَّ وَ انا بِكَ يا ابراهيمَ لَمحزونون

سولہ ماہ میں راہئِ ملکِ عدم ہو جانے والے بچے کی استعداد کے بارے میں پڑھتے ہوئے اس دور کے مسیحؑ اور ظلِّ محمد ﷺ کا ایک ایمان افروز واقعہ یاد آتا ہے۔ حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کا بھی ایک سولہ ماہ کا بچہ فوت ہوا تھا۔ دونوں بچوں کی اعلیٰ استعداد کے بارے میں پیش خبریاں تھیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے 20 رفروری و 8 راپریل 1886ء اور 7 ر اگست 1887ء کو نو سال کے اندر ایک غیر معمولی صفات کے حامل لمبی عمر پانے والے بیٹے کی پیدائش کے متعلق الہام مشتہر فرمائے تھے۔ ان میں ایک غیر معمولی صفات کے حامل لڑکے کی پیشگوئی تھی جس کی عمدہ صفات اور لمبی عمر کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ اس میں ایک کم عمر والے مہمان کی پیشگوئی بھی تھی۔

15 راپریل 1886ء کو صاحبزادی عصمت پیدا ہوئیں تو کم فہم معاندین نے شور مچانا شروع کر دیا کہ بیٹا کہا تھا بیٹی پیدا ہو گئی۔ پھر سوا سال کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے 7 راگست 1886ء کو ایک بیٹے سے نوازا جو صرف سولہ ماہ زندہ رہ کر 4 رنومبر 1888ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ بشیر اول کی وفات پر مخالفین کو اپنی پراگندگی طبع کے مظاہرے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔ اور جتنا بس چلا مخالفت میں بغیر سوچے سمجھے شور مچا دیا۔ حضرت اقدسؑ دوسرے بچے کی وفات پر اپنا صدمہ پس پشت ڈال کر راضی برضا دل کے ساتھ جماعت کو سنبھالنے کی فکر میں لگ گئے۔ اور اس وفات میں مضمر اللہ جل شانہ' کی قدرتوں کے کئی رنگ دکھانے کے لئے مضمون لکھا۔ جس میں مومنین کے ازدیادِ ایمان کے لئے پیشگوئی پوری ہونے کے کئی رخ اور بدخواہوں کے اعتراضات کے جوابات میں سیر حاصل مدلل بحث کی۔

اس بچے کی پیدائش سے پہلے' اس پسرِ متوفی کی بہت سی ذاتی بزرگیاں الہامات میں بیان کی گئیں تھیں جو اس کی پاکیزگی روح اور بلندئ فطرت اور علو استعداد اور روشن جوہری اور سعادتِ جبلی کے متعلق تھیں اور اس کی کاملیتِ استعدادی سے علاقہ رکھتی تھیں۔'

(سبز اشتهار روحانی خزائن جلد دوم صفحه 450)

اس بچے کے بارے میں آپؑ تحریر فرماتے ہیں

'خدا تعالیٰ نے بعض الہامات میں یہ ہم پر ظاہر کیا تھا کہ یہ لڑکا جو فوت ہو گیا ہے ذاتی استعدادوں میں اعلیٰ درجہ کا ہے اور دنیوی جذبات بکلی اس کی فطرت سے مسلوب اور دین کی چمک اس میں بھری ہوئی ہے اور روشن فطرت اور عالی گوہر اور صدیقی روح اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام بارانِ رحمت اور مبشر اور بشیر اور ید اللہ بجلال و جمال وغیرہ اسماء بھی ہیں'

(سبز اشتهار روحانی خزائن جلد دوم صفحه453)

اس اعتراض کے جواب میں کہ کم عمری میں وفات پانے والے بچے کی صفات کیسے معلوم ہوتی ہیں۔ درجِ ذیل اقتباس دیکھئے۔ حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں

'بعض بچے ایسے کامل الخِلقت ہوتے ہیں کہ صدیقوں کی پاکیزگی اور فلاسفروں کی دماغی طاقتیں اور عارفوں کی روشن ضمیری اپنی فطرت میں رکھتے ہیں اور ہونہار دکھائی دیتے ہیں مگر اس عالمِ بے ثبات پر رہنا نہیں پاتے۔ اور کئی ایسے بچے بھی لوگوں نے دیکھے ہوں گے کہ ان کے لچھن اچھے نظر نہیں آتے اور فراست حکم کرتی ہے کہ اگر وہ عمر پاویں تو پرلے درجے کے بدذات اور شریر اور جاہل اور ناحق شناس نکلیں۔ ابراہیم لختِ جگر آنحضرت ﷺ جو خورد سالی میں یعنی سولہویں

مہینے میں فوت ہو گئے اس کی صفاتی استعداد کی تعریفیں اور اس کی صدیقانہ فطرت کی صفت وثنا احادیث کی رو سے ثابت ہے' ایسا ہی وہ بچہ جو خوردسالی میں حضرت خضرؑ نے قتل کیا اس کی خباثتِ جبلی کا حال قرآنِ شریف کے بیان سے ظاہر وباہر ہے'

(سبز اشتہار روحانی خزائن جلد دوم صفحہ 454)

قیصر اور قیصرہ

قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ کے بعد نسبتاً سکون کے دن میسر آتے ہی آنحضرت ﷺ نے جہادِ اصغر کے بعد دعوت الی اللہ اور عبادات کے جہادِ اکبر کی طرف توجہ دی۔ آپؐ کا فرضِ منصبی کل عالم کو پیغام حق پہنچانا تھا آپؐ نے اس غرض کے لئے عرب کے چاروں طرف بادشاہوں اور رؤوساء کو ایک ساتھ خطوط ارسال فرمائے۔ ان میں شام میں روما کے شہنشاہ قیصر' شمال مشرق میں فارس کے شہنشاہ کسریٰ' عرب کے شمال مغرب میں مقوقس حاکمِ مصر' مشرق میں یمامہ کے رئیس ہوذہ بن علی' مغرب میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی' شمال میں عرب سے متصل ریاست کے حاکم غسان' عرب کے جنوب میں رئیسِ یمن اور مشرق میں والیٔ بحرین شامل تھے۔ آنحضور ﷺ نے ان خطوط کے مضامین کمال حکمت سے ترتیب دئے۔ نمونے کے طور پر قیصر شاہِ روم کے نام خط کا متن درجِ ذیل ہے۔

' میں اللہ کے نام سے اس خط کو شروع کرتا ہوں۔ جو بے مانگے رحم کرنے والا اور اعمال کا بہترین بدلہ دینے والا ہے۔ یہ خط محمدؐ خدا کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سیر وما کے رئیس ہرقل کے نام ہے سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کو قبول کرتا ہے۔ اس کے بعد اے رئیسِ روما! میں آپ کو اسلام کی ہدایت کی طرف بلاتا ہوں۔ مسلمان ہو کر خدا کی سلامتی قبول کیجئے کہ اب صرف یہی نجات کا رستہ ہے۔ اسلام لایئے خدا تعالیٰ آپ کو اس کا دوہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر آپ نے روگردانی کی تو یاد رکھئے کہ آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ کی گردن پر ہوگا۔

اور اے اہلِ کتاب ! اس کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان مشترک ہے۔ یعنی ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی صورت میں خدا کا کوئی شریک نہ ٹھہرائیں اور خدا کو چھوڑ کر اپنے میں سے کسی کو اپنا آقا اور حاجت روا نہ گردانیں۔ پھر اگر ان لوگوں نے روگردانی کی تو ان سے کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو بہر حال خدائے واحد کے دامن کے ساتھ وابستہ اور اس کے فرمانبردار بندے ہیں'۔

حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام نے 1893ء میں اپنی معرکتہ الآرا کتاب 'آئینہ کمالات اسلام' میں اپنے عہد کے علماء ومشائخ' فقراء اور گدی نشینوں کو دعوتِ حق کے لئے عربی زبان میں 'التبلیغ' کے نام سے ایک طویل مکتوب تحریر فرمایا اس میں برطانیہ کی ملکہ معظّمہ وکٹوریہ کے نام خصوصی طور پر' اپنے محبوب کے مبارک نقوشِ قدم پر چلتے ہوئے' خدائے واحد ویگانہ کا پیغام دیا۔ انداز وہی تھا جو آنحضور ﷺ نے قیصر وکسریٰ اور دوسرے بادشاہوں کے نام خطوط میں اختیار فرمایا تھا۔ اس دعوت حق کے لفظ لفظ سے' بیان کی قوت وصداقت سے آپؑ کے قلبِ مطہر کا جوش وجذبہ منعکس تھا۔ آپ نے فرمایا

اے زمین کی ملکہ! تو مسلمان ہو جا۔ تو اور تیری سلطنت محفوظ رہے گی

ملکہ وکٹوریہ نے شکریے کے خط کے ساتھ آپؑ سے دیگر تصانیف بھجوانے کی خواہش کی۔ یہ تو بظاہر کوئی بڑی کامیابی نہ تھی مگر یہ خط بیج ڈالنے کے مترادف تھے جو ساز گار آب وہوا ملتے ہی اگنے' بڑھنے پھلنے پھولنے لگتے ہیں۔

پھر 1897ء میں ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی کے موقع پر ایک رسالہ 'تحفہء قیصریہ' تحریر فرمایا جس میں ملکہ کو دوسری بار بڑے خلوص سے دعوتِ اسلام دی۔ اس کے بعد 1899ء میں 'ستارہ قیصریہ' کے نام سے اسی پیغام کا اعادہ فرمایا

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

نیز جلسہء احباب کے نام سے ملکہ کے لئے مبارکباد اور دعا اور جلسہ کی کارروائی تحریر فرمائی۔ جس میں اس کے اسلام کی آغوش میں آنے کی دعا بھی شامل ہے:

'' اے قادر وتوانا ہم تیری بے انتہا قدرت پر نظر کر کے ایک اور دعا کے لئے تیری جناب میں جرأت کرتے ہیں کہ ہماری محسنہ قیصرۂ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھڑا کر لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اس کا خاتمہ کر۔ اے عجیب قدرتوں والے! اے عجیب تصرفوں والے! ایسا ہی کر''

(جلسہ ء احباب۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 290)

ایک ماں کا خود سے مکالمہ

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد پاکستان

arshimalik50@hotmail.com

یہ نظم اُن لوگوں کے نام ہے۔ جو دوسروں کی بیٹیاں بیاہ کرلانے کے بعد اُن کی قدر نہیں کرتے اور اُن کی ماؤں کو دکھوں کے سمندر میں دھکیل دیتے ہیں۔ اس نظم کا محرک بہت سی ماؤں اور بیٹیوں کی گھٹی ہوئی سسکیاں ہیں۔

بہت سی بیٹیاں سسرال میں جیتی ہیں مر مر کے
اور اُن کی ماؤں کا جیون بسر ہوتا ہے ڈر ڈر کے
انہیں کا حال کہنا ہے ، مجھے خونِ جگر کر کے
لکھے ہیں شعر یہ عرشی قلم اشکوں میں تر کر کے
ہیں اُن کے نام جو نازک دلوں پر وار کرتے ہیں
جو رشتوں کے تقدس کو سدا مسمار کرتے ہیں

میری بیٹی ترے چہرے پہ کچھ افسردگی سی ہے
ہے پھیکی سی ہنسی تیری اور آنکھوں میں نمی سی ہے
بظاہر مسکراہٹ ہے ، مگر کچھ ظاہری سی ہے
زباں خاموش لیکن بات کوئی ان کہی سی ہے
نہ شوخی ہے ، نہ چنچل پن ، نہ چہرے پر اُجالا ہے
نگاہوں میں اُداسی ہے ، لبوں پر چُپ کا تالا ہے

خُدا سے التجاء کرتی ہوں یہ سب وہم ہو میرا
مرے دل کو یونہی بیکار اندیشوں نے ہو گھیرا
ترے سُسرال میں پیاری ہر اک ہو قدر داں تیرا
ترے دل میں ہمیشہ کی طرح خوشیوں کا ہو ڈیرا
مگر آنکھوں میں تیری جب نمی سی دیکھتی ہوں میں
بچا کر تیری نظریں اپنی آنکھیں پونچھتی ہوں میں

اکیلی بیٹھ کر بیتے دنوں کو یاد کرتی ہوں
میں سُونے دل میں یادوں کا نگر آباد کرتی ہوں
اسی حیلے سے تسکینِ دلِ ناشاد کرتی ہوں
اور اپنے واسطے اک مشغلہ ایجاد کرتی ہوں
تصور میں مرے بکھری ترے بچپن کی تصویریں
جکڑ لیتی ہیں سوچوں کو گئے لمحوں کی زنجیریں

میری بانہوں میں اے ننھی پری جس روز تُو آئی
خدائے پاک کی رحمت کی بدلی گھر پہ تھی چھائی
سعادت تیرے دم سے میں نے ماں ہونے کی جب پائی
بڑھا رُتبہ مرا جنت مرے قدموں تلے آئی
تُو اک ننھے فرشتے کی طرح معصوم صورت تھی
کوئی پُوچھے مرے دل سے تُو کتنی خوبصورت تھی

تیری کلکاریوں نے سُونے گھر کو زندگی بخشی
مری جاں کیا بتاؤں تُو نے مجھ کو کیا خوشی بخشی
چکھایا ذائقہ ممتا کا مجھ کو تازگی بخشی
مرے جذبوں کو سہلایا مجھے آسودگی بخشی
لہو میں سنسناہٹ تھی، رواں اشکوں کا دھارا تھا
مجھے جب تُو نے پہلی بار ماں کہہ کر پُکارا تھا

وہ تیری توتلی باتیں ترا فقروں کو دُہرانا
مری سینڈل پہن کر سارے گھر میں گھومتے جانا
دوپٹوں کی مرے ساڑھی بنانا ، جھڑکیاں کھانا
کبھی تو مان لینا اور کبھی ہر بات منوانا
بتا سکتی نہیں کیا لُطف اُن من مانیوں میں تھا
عجب معصومیت کا نُور اُن نادانیوں میں تھا

وہ تیرا ڈولتے قدموں سے چلنا یاد آتا ہے
مجھے گرنا ترا گر گر کر سنبھلنا یاد آتا ہے
کبھی وہ گود میں چڑھنا پھسلنا یاد آتا ہے
کبھی ابو کی بانہوں میں مچلنا یاد آتا ہے
مری جاں کس قدر نازوں سے میں نے تجھ کو پالا تھا
بہت نازک تھی تو ،ہر گام پر تجھ کو سنبھالا تھا

ترا اسکول سے آ کر مجھے ہر بات بتلانا
جو ٹیچر نے بنایا ہاتھ پر اسٹار دکھلانا
ترا پھر شام تک اُس ہاتھ کو دھونے سے کترانا
مرے اصرار پر وہ روٹھ کر کمرے میں چھپ جانا
اچانک آ کے پھر میرے گلے میں جُھول جاتی تھی
تری مدھر ہنسی سن کر میں ہر دُکھ بُھول جاتی تھی

بہت دلچسپ دنیا کے مکیں لگنے لگے مجھ کو
کہ رُوکھے لوگ بھی خندہ جبیں لگنے لگے مجھ کو
مناظر سیر گاہوں کے حسیں لگنے لگے مجھ کو
کہ چڑیا گھر کے بندر دلنشیں لگنے لگے مجھ کو
بہت حیران کُن اور پُرمسرت تھی یہی دُنیا
ترے ہمراہ کتنی خوب صورت تھی یہی دنیا

ترا گڑیا کی وہ شادی رچانا یاد آتا ہے
وہ رقعے بھیج کر مہماں بلانا یاد آتا ہے
بوقت رُخصتی رونا رُلانا یاد آتا ہے
وہ گڈے والوں کو لڑ کر بھگانا یاد آتا ہے
لڑکپن کی انوکھی شوخیاں میں کس طرح بُھولوں
وہ تیرا بھولپن وہ مستیاں، میں کس طرح بھولوں

تُو رونق تھی مرے گھر کی ، مری آنکھوں کی بینائی
تُو نغمہ تھی مرے دل کا، مرے کانوں کی شنوائی
غرض بیتے کئی موسم جوانی کی بہار آئی
ترے اندر چھپی ساری لیاقت سامنے لائی
وہ تمغے جیتنا اسناد پانا، یاد ہے مجھ کو
ترا ہر امتحاں میں فرسٹ آنا یاد ہے مجھ کو

بڑی چاہت سے بن ٹھن کر تُو اجلاسوں میں جاتی تھی
تلاوت بھی کیا کرتی تھی اور نظمیں بھی گاتی تھی
سدا تقریر کرتی اجتماع میں فرسٹ آتی تھی
خلیفہ کو بھی خط لکھتی مگر مجھ سے چھپاتی تھی
تُو دینی دنیوی سب محفلوں کی جان تھی پیاری
مری شوکت ، مرا پندار ، میرا مان تھی پیاری

ترے کالج کے دن مجھ کو برابر یاد آتے ہیں
گئی راتوں تلک پڑھنے کے منظر یاد آتے ہیں
ترے بازار کے دن رات چکر یاد آتے ہیں
تری سب دوستوں کے نام اکثر یاد آتے ہیں
وہ تیرا فون پر سکھیوں سے پہروں گفتگو کرنا
وہ تیرے قہقہے ، وہ شوخیاں، وہ ہاؤ ہُو کرنا

پھر آخر ایک مشکل فیصلہ کرنا پڑا مجھ کو
جُدائی کا تری پھر حوصلہ کرنا پڑا مجھ کو
خود اپنے ہاتھ سے تجھ کو وداع کرنا پڑا مجھ کو
کہوں کیا ماس سے ناخن جدا کرنا پڑا مجھ کو
جُدا ہونا ہی بیٹی کا مقدر ہے سو کیا کرتی
یہ سُنت ہے پیمبرؐ کی سو لازم تھا ادا کرتی

کیا تھا جب تجھے رخصت بہت ہی سوگواری تھی
جُدائی کی گھڑی تیری شکستہ ماں پہ بھاری تھی
خوشی بھی تھی مگر ہمراہ اس کے بے قراری تھی
نئے رشتے مبارک ہوں دُعا ہونٹوں پہ جاری تھی
پر اب تیری اُداسی میرے دل پر زخمِ کاری ہے
مرے بس میں نہیں کچھ بھی عجب بے اختیاری ہے

سہا جاتا نہیں ہے مجھ سے اب تیرا غمِ پنہاں
تجھے نو ماہ میں نے پیٹ میں رکھا ہے میری جاں
تری ہر ہر ادا کی خوب میرے دل کو ہے پہچاں
یونہی رسمی ہنسی سے مجھ کو بہلانا نہیں آساں
ڈراتی ہے تری افسردگی میں سو نہیں سکتی
ستم اس پر کہ تیرے سامنے میں رو نہیں سکتی

تجھے تو غمزدہ لوگوں کو بہلانا بھی آتا تھا
تجھے محفل کی رونق بن کے چھا جانا بھی آتا تھا
سنا کر شاعری جذبوں کو مہکانا بھی آتا تھا
دلائل دے کے اپنی بات منوانا بھی آتا تھا
تُو بلبل کی طرح وہ چہچہانا بھول بیٹھی ہے
وہ ہنسنا بولنا ، ملنا ملانا بھول بیٹھی ہے

نہ تجھ سے کچھ بھی پوچھے گی نگاہِ آشنا میری
تجھے تو علم ہے عادت ہے تسلیم و رضا میری
حصارِ عافیت میں تجھ کو لے لے گی دُعا میری
خُدا ہی میرا مُونس ہے سنے گا التجاء میری
دُعائے نیم شب کو ہی عطا ہوتی ہیں تاثیریں
دلِ مظلوم کی آہیں تو ساتوں آسماں چیریں
ترے سسرال میں اے کاش تیری قدر دانی ہو
ترا شوہر تجھے چاہے تُو اس کے دل کی رانی ہو
نہ یاد آئے کبھی میکے کی ایسی شادمانی ہو
خدا کا فضل ہو دائم، خدا کی مہربانی ہو
جو تیرا حال ہے وہ اپنے مولا کو سنا بیٹی
میں تجھ سے کچھ نہ پوچھوں گی مجھے کچھ نہ بتا بیٹی
مجھے معلوم ہے غصے کو تو غم میں سموتی ہے
سلگتے غم سے پھر اشکوں کی اک مالا پروتی ہے
بہانے سے غسل کے تو غسل خانے میں روتی ہے
کبھی تاریکیوں میں رات کی تکیہ بھگوتی ہے
سہام اللیل کا نسخہ بہت اکسیر ہے پیاری
بہت پیارا خدا کو نالۂ شب گیر ہے پیاری

سمیٹوں کس طرح خود کو کہ ہر لحہ بکھرتی ہوں
قدم ہر روز گویا دھار پر خنجر کی دھرتی ہوں
دُعائیں شب کو کرتی دن کو ٹھنڈی آہ بھرتی ہوں
میں اک سُولی پہ لٹکی ہوں نہ جیتی ہوں نہ مرتی ہوں
نصیحت تجھ کو کرتی ہوں کہ رہنا درگزر کر کے
چلی چل اپنی منزل کی طرف عزم سفر کر کے
بہت سی ماؤں کے دل کا یہ حال زار لکھا ہے
پرانا درد ہے پر میں نے پہلی بار لکھا ہے
بہت تفصیل سے حالِ دلِ بیمار لکھا ہے
اثر اس میں نہیں کوئی تو پھر بے کار لکھا ہے
نصیحت ہے کسی ماں کے شکستہ دل سے مت کھیلو
اور اس کی بے بسی کو ظلم کے بیلن میں مت بیلو
بہت سی بیٹیاں سسرال میں جیتی ہیں مر مر کے
اور ان کی ماؤں کا جیون بسر ہوتا ہے ڈر ڈر کے
انہیں کا حال کہنا ہے مجھے خونِ جگر کر کے
لکھے ہیں شعر یہ عرشی قلم اشکوں میں تر کر کے
ہیں ان کے نام جو دل کا جہاں مسمار کرتے ہیں
لبادہ پارسائی کا پہن کر وار کرتے ہیں

نظم

امتہ الباری ناصر

سوچ کو چہرہ وہی اہلِ نظر دیتے ہیں عزم و ایمان جنہیں اچھی خبر دیتے ہیں
بعد صدیوں کے بہار آئی ہے اس گلشن میں مست جھونکے گلِ رعنا کی خبر دیتے ہیں
ہیں مسیحا کے لئے شام و سحر گردش میں حق کا پیغام ہمیں شمس و قمر دیتے ہیں
گالیاں سن کے دعا دینے کا ہے حکم ہمیں دل دُکھا ہو تو یہ مشکل ہے مگر دیتے ہیں
نفرتیں، کینے، حسد، بغض کسی سے بھی نہیں ساری دنیا کو فقط پیار سے بھر دیتے ہیں
دودھ اتر آتا ہے رحمت کا بلک کر مانگو مضطرب آنسو دعاؤں کو اثر دیتے ہیں

اک نظرِ عفو

عبدالشکور۔ کلیولینڈ اوہائیو

خاکسار کی اہلیہ محترمہ ثمینہ شکور بنت حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ کے ذکر میں

چند لمحوں میں ہی وہ مجھ سے جُدا کیوں ہوگیا جاگتے ہی جاگتے یکبار وہ کیوں سو گیا

دھیمی دھیمی آہٹوں میں ایک پنہاں شور تھا سانس کا سب زیروبم ان آہٹوں میں کھو گیا

ایک طائر محوِ پروازِ سُوئے افلاک تھا راستے میں کہکشاں کی ضَو میں شامل ہوگیا

دل جو کہتا ہے کہ وہ اب بھی جُدا مجھ سے نہیں سُن رہا ہوں دھڑکنیں کیسے کہوں کہ وَو گیا

ایک چہرہ گویا تاباں زندگی کے نُور سے اب نہیں ہے دسترس میں یہ گُماں کیوں ہوگیا

داغ تھے کتنے ہی دامن پر مرے اور جا بجا ایک نظرِ عفو سے سارے کے سارے دھو گیا

کر رہا تھا ذکر اُس کے حُسن و خوبی کا مگر باتوں باتوں میں ہی شاکرؔ کتنے آنسو رو گیا

نئے سال کی دُعا

شمسہ رضوانہ نازؔ

اس نئے سال میں ہو احمدیت کی فتح گڑ گڑا کر مانگتی ہوں یہ دُعا

احمدیت کا شجر بڑھتا رہے پھَلتا رہے تیرے فضلوں کی ہو بارش ہر گھڑی اس کو عطاء

تھام کر اس کا علم نکلے جو کوئی قافلہ کارواں چلتا رہے بڑھتا رہے یہ سلسلہ

کتنے گھر اُجڑے ہوئے کتنے ہی تجھ پر فدا اب تو ان قربانیوں کا دے صلہ

سب دُعائیں نازؔ کی کر لے قبول میرے مولا اے میرے مشکل کُشا